

ماہنامہ
شعاعِ عمل
دسمبر ۲۰۱۷ء
لکھنؤ



نور ہدایت فاؤنڈیشن، حسینہ غفرانمآب، چوک، لکھنؤ-۳

R.N.I NO. UPBIL/2004/13526
Postal Regd. No. SSP/LW/NP-75/2017-19 Dispatch Date: 2 & 6 of Every Month

Annual Rs. 200/- December 2017 Per Copy- Rs.25/-

شُأ-ا-امل

हिन्दी, उर्दू मासिक पत्रिका लखनऊ



سید العلماء آیۃ اللہ العظمیٰ سید محمد ابراہیم نقوی فردوس مکان
ولادت ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۲۵۱ھ مطابق ۹ جولائی ۱۸۳۳ء
وفات ۲۰ جمادی الاول ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۲ جنوری ۱۸۹۰ء

Lucknow



NOOR-E-HIDAYAT FOUNDATION

Imambara Ghufra Maab, Chowk, Lucknow-3 (U.P.) INDIA, Ph.:0522-2252230

ارشاد

یقیناً تمام وہ انبیاء و مرسلین، ان کے نائب، پائدار اور مستقل شہرت کے مستحق ہوئے جن کے نام کتب سماوی توریت و زبور و انجیل و قرآن میں موجود ہیں اور یقیناً ان میں کی ہر ہستی تمام بہترین کردار اور حسن اخلاق سے مزین تھی۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ان تمام ہستیوں میں سرسب فضائل کوئی ایک ہی صفت ہی رہی۔ کسی کو ملک کا سجدہ کرنا تمام مخلوقات عالم میں ممتاز کر گیا تو کسی کا سفینہ دنیا کو غرق کر دینے والے طوفانی موجوں سے مقابلہ میں آج تک مشہور عالم ہے، کوئی آگ کو گلزار کر دینے سے شہرت حاصل کر گیا تو کوئی فرعونیت کے مقابلہ سے مستحق مدح و ثنا ہوا، کسی نے جہاد میں شہرت حاصل کی تو کسی نے امن و صلح اور زہد و عبادت کے نقش دلوں پر جمادینے، کوئی اپنی مظلومی اور صبر میں یاد رکھنے کا قابل ہوا تو کوئی اطاعت خالق میں بچے کے گلے پر چھری رکھ دینے سے عزم و استقلال کی اس بلند منزل پر پہنچا جہاں سابقین میں کسی اور کی رسائی نہ ہوئی لیکن تمام مشہور عالم ہستیوں میں دو چچا زاد بھائی، خسر و داماد، نبی و وصی یعنی محمد عربی و علی ہاشمی ان تمام فضائل، جسی و نسی، ذاتی و صفاتی، دنیوی اور دینی میں ایسی بلندیوں پر پہنچے جہاں دشمن تو دشمن دوستوں کی نگاہ تلاش بھی حد بند یوں کا کوئی دائرہ قائم نہ کر سکی۔ دونوں قدرت خالق کے کمالات کا آئینہ، دونوں علم و حکمت باری کے مظہر، دونوں انسانیت کی اعلیٰ فرد، دونوں تمام اخلاق حسن کے جامع، دونوں ملکیت کے اعلیٰ افراد سے بھی بلند تر، دونوں نسل ابراہیمی کا شرف دونوں عربی، قریشی، ہاشمی، مطلبی، دونوں اصول اربعہ اخلاق و حکمت و عفت و شجاعت و عدالت کے مظہر اتم بلکہ سرچشمہ اور منبع۔ ترجیح بلا مرجح عدل باری کے خلاف ہے اس لیے یہ ماننا ہر انصاف پسند انسان کے واسطے ناگزیر ہے کہ جس کو قدرت نے نبوت و رسالت سے ممتاز کیا اس میں یقیناً کچھ صفات سبب ترجیح ضرور تھے جس کی وجہ سے ایک رسول اور دوسرا وصی رسول ہوا مگر انصاف پسند دل اقرار کریں گے کہ جس کو وصی قرار دیا وہ بھی تمام فضائل نفسانی اور کمالات روحانی میں بعد محمد مصطفیٰ بے مثل و بے نظیر تھا۔ عربوں کی جو صفیتیں قابل مدح تھیں، قریش کے جو فضائل لائق تعریف تھے، ہاشم کی سرداری، عظمت، سخاوت جو مشہور عالم تھی، عبدالمطلب کا انداز حکومت، طرز دیانت، معاملہ فہمی، صلح پسندی جن میں آپ تمام بنی ہاشم میں ممتاز تھے۔ ماں باپ دونوں کی طرف سے پہلے پہل علیٰ اور ان کے بھائی ہی ان کے وارث ہوئے اور ان تمام صفات کے ساتھ ہی ساتھ وقت و ولادت ہی سے ایمان داری، زہد و تقویٰ، علم و معرفت، معاملہ فہمی، ذہانت، ذکاوت، عالی ہمتی، بلند نگاہی، بہادری اور شجاعت، عفت و عصمت، عدالت و حکمت، زہد و عبادت، کرم و سخاوت، بے غرضی و بے نفسی، سیاست اور اصابت رائے میں اتنے بلند تر مرتبوں تک پہنچے جہاں کوئی اور نہ پہنچ سکا۔

(ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء آیت اللہ سید کلب حسین نقوی اختر طاب ثراہ)

ارشاد

”ادیان“ کی لفظ جو ”دین“ کی جمع ہے خود اپنی ساخت کے لحاظ سے اس کثرت کا پتہ دیتی ہے جو ”وحدت“ کی ضد ہے اور یہ کثرت باہمی ”اختلاف“ کے ساتھ لازم و ملزوم کا تعلق رکھتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر سب باتیں ایک ہی ہوں تو ”دین“ کے بجائے ”ادیان“ ہو۔ کیوں کر سکتے ہیں۔ لہذا سب نہیں تو کچھ باتیں ضرور ایسی ہیں جو الگ الگ ہیں، تب ہی وہ ”ادیان“ سمجھے اور کہے جاسکتے ہیں۔ اب جبکہ ادیان کی لفظ کے ساتھ اختلافات کا تصور ناگزیر ہے، تو کیا عقلی طور پر یہ ادیان سب مطابق حقیقت ہو سکتے ہیں؟ یہاں پر ایک چلا ہوا جملہ یہ ہے کہ راستے الگ الگ ہیں، منزل سب کی ایک ہے۔ مگر معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بات طریق عبادت کے اختلاف میں تو عقلی طور پر صحت کا امکان رکھتی ہے۔ چنانچہ یہ اختلاف عمل ایک ہی وقت میں کسی ایک دین کے پیروؤں میں بھی ہو سکتا ہے مثلاً کئی مسلمان ہیں اور ایک ہی وقت میں ان میں سے ایک خیرات دے رہا ہو، ایک کسی ڈوبتے کو بچا رہا ہو اور ایک کسی گرتے کو سنبھال رہا ہو۔ ان کا عمل مختلف ہے مگر صحیح محل پر ہونے کی صورت میں سب کے ذریعہ سے رضائے الہی کا حصول ہو سکتا ہے جسے ایک مسلمان کی منزل مقصد سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ اختلاف برائیں ہیں بلکہ کبھی تقسیم عمل کے اصول پر یہ اختلاف ضروری ہو جاتا ہے مگر ”ادیان“ کا یہ عملی پہلو تو شریعت یعنی قانون عمل سے تعلق رکھتا ہے۔ اصل ادیان کا اختلاف تو اعتقادات کی منزل میں ہوتا ہے جو نظری اختلاف ہے۔ نظریات کے اختلاف میں یہ بات کسی طرح ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ وہاں اگر راستے الگ الگ ہیں تو وہ کسی بھی منزل پر پہنچ کر ایک نہیں ہو سکتے۔ ایک چیز کے متعلق کوئی ”ہے“ کہتا ہے، اور کوئی ”نہیں“ تو ان میں سے ایک ہی بات درست ہو سکتی ہے۔ یا کسی ایک ذات کو کوئی ایسا جانتا ہے اور کوئی ویسا، تو اس صورت میں عقلاً یہ امکان تو ہے کہ دونوں غلط ہوں اور وہ کسی اور طرح کا ہو لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں باتیں ٹھیک ہوں۔ اب جو درست نقطہ ہے، وہ حق ہوگا، اور جو غلط ہے، وہ باطل قرار پائے گا اس اعتبار سے جب راستے الگ الگ ہیں تو ان میں ایک ہی راستہ درست ہے اور وہ صحیح راستہ قرآن کی لفظوں میں ”الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ“ ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہوا ”سیدھا راستہ“۔

(آیت اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی عالم طباطبائی)

ISSN 2456-8384

تبلیغ

Per Copy 25/-
Annual 200/-

نور ہدایت فاؤنڈیشن کا اسلامی، علمی اور تحقیقی

ماہنامہ
شعاع عمل
دسمبر ۲۰۱۷ء

زیر سرپرستی

قائد ملت حجة الاسلام والمسلمین

پروفیسر مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ (امام جمعہ لکھنؤ)

عزت آف نواب رضا صاحب، بھوپال ✽ عزت آف سید احمد عباس نقوی صاحب، ممبئی

سید مصطفیٰ حسین نقوی 'اسیف جانی'

قائم مہدی نقوی تہذیب نگردی

آصف عباس نوگانونی

ترسیل زر کا پتہ

نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران آباد، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ-۳

Phone No: 0522-2252230

Mobaile No: 08736009814 -09335996808

پبلشر- پرنٹر، سید مصطفیٰ حسین نقوی نے مالک ایس۔ کلب جواد نقوی کے لئے نظامی پریس و کٹوریہ اسٹریٹ، پوزٹ حسین مارکیٹ چوک، لکھنؤ (یو۔ پی)
سے چھپوا کر نور ہدایت فاؤنڈیشن، امام باڑہ غفران آباد، مولانا کلب حسین روڈ، چوک، لکھنؤ (یو۔ پی) سے شائع کیا۔ ایڈیٹر: سید مصطفیٰ حسین نقوی



جلد ۱۲
شمارہ ۶

قیام مؤسسہ

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ / ۱۶ جولائی ۲۰۱۷ء

اجراء جدیدہ

۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ / ۱۶ جولائی ۲۰۱۷ء

نگراں: م۔ ر۔ عابد گولہ گنج، لکھنؤ

مجلس مشاورت

- پروفیسر علامہ علی محمد نقوی، علی گڑھ
- دکتر مہدی خواجہ چیری، ایران
- مولانا حسن ظفر نقوی، کراچی
- کینیڈین سکندر رضوی، لکھنؤ
- پروفیسر سید حسین مال الدین اکبر، الہ آباد
- ڈاکٹر ارشد علی جعفری، لکھنؤ
- شاعر اہل بیت رضا سرسوی
- سید سیف تقی نقوی، دہلی
- محمد عالم صاحب، حسین آباد، لکھنؤ

فہرست مضامین

(دسمبر ۲۰۱۷ء / ربیع الاول ۱۴۳۸ھ)

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	(اداریہ)	م۔ر۔عابد	۵
۲	شہدائے کربلا (قسط-۵)	آیت اللہ العظمی سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی	۶
۳	عورت اسلام کی روشنی میں (قسط-۵)	اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب الہ آبادی	۲۱
۴	مرثیہ: درحال حضرت حرّ (ہند ۲۵۶/۲)	دعبل ہند مولانا سید فرزند حسین ذاکر اجتہادی	۲۴
۵	خبرنامہ	(ادارہ)	۵۷

مجلس ادارت

ڈاکٹر امانت حسین نقوی

حیدر عباس نقوی، الہ آباد

عمیل شمسی، لکھنؤ

واصف احمد نقوی، سمیر

مہدی رضا

شاہد علی اعظمی

ذوالفقار حیدر اعظمی

الحاج مرزا ہمایوں قدر

ڈاکٹر عارف عباس

ریحان عالم، لکھنؤ

سلمان حسین، لکھنؤ

ہنت زہراء ندی الہندی

الحاج فرید مہدی رضوی

ظفر حسین رضوی بیورو چیف ممبئی

عرفان حیدر، بیورو چیف مدھیہ پردیش

کیف نقوی، بیورو چیف دہلی

R.N.I. NO.

UPBIL/2004/13526

Postel Regd. NO.

SSP/LW/NP-75/2017-2019

WEBSITE:

www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

E_mail:

noorehidayat@yahoo.com

noorehidayat@gmail.com

زرسالانہ

ایک سال کے لئے: -/200

پانچ سال کے لئے: -/800

لائف ممبر شپ: -/5000

ماہنامہ

‘شعاع عمل‘

(ہندی وارو)

‘خاندان اجتہاد نمبر‘، روزنامہ نقیب لکھنؤ

اور نور ہدایت فاؤنڈیشن کے تمام مطبوعات ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے

لاگ آن کریں ہماری ویب سائٹ

www.noorehidayatfoundation.org

www.naqeeblucknow.com

ماہنامہ ‘شعاع عمل‘، لکھنؤ

دسمبر ۲۰۱۷ء

رخصتِ عزاء

یہ شمارہ جب ہمارے قارئین کرام کی نگاہ سے گزرے گا تو ایامِ عزاء ختم ہو چکے ہوں گے۔ لیکن کیا زمان و مکان کے حدود سے بے نیاز عزائے امام مظلوم کیا کہیں کبھی ختم ہونے والی ہے۔ یہ تو ہمارے بزرگوں نے سال کے کچھ دنوں کو عزاء سے مخصوص کیا۔ ہم اس کا پورا پورا لحاظ بھی رکھتے ہیں اور رسماً رخصتِ عزاء کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ پھر بھی ماہ و سال گزرتے رہیں، تاریخ اپنی روانی میں بہتی رہے، ہر حال میں عزاء قائم رہتی ہے اور اسی طرح عزاء سے ہماری وابستگی بھی قائم رہتی ہے۔ کہیں نہ کہیں کبھی نہ کبھی دنیا سوچتی ہوگی کہ دنیا کا ہر غم زمانہ میں محدود ہو کر رہ جاتا ہے، سماجی ٹکڑے میں سمٹ کر رہ جاتا ہے، محدود خطہ میں گھر کر گھٹ کے رہ جاتا ہے، ایک عزائے امام انام ہے جو ان حدود، ان قیدوں، ان گھیروں کو نہیں مانتی ہے۔ آخر وہ کون سی باطنی طاقت (اور کچھ باہری طاقت خارج از امکان نہیں) ہے جس نے اس عزاء کو ہمہ گیری اور دوام کے ساتھ استحکام دیا ہے۔ انتظام قدرت اپنی جگہ لیکن خود امام عالم مقام اور کر بلا کے امر جیالے وارثوں نے عزاء اور اس کے ضمن میں مظلومیت میں بے پناہ، ابلاغی قوت بھری اور اسے ایسے برتا کہ یہ ابھرتی رہی۔ اس عزاء کی توانائی کی جو سب سے بڑی وجہ سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ عزاء اداری کا مقصد صرف اور صرف 'عزاء' ہے۔ اس مقصد سے کسی کو بھی کوئی اختلاف نہیں ہو سکتا۔ عزاء اداری کے مراسم اور انداز میں مختلف حدود میں جو تنوع یا اختلاف دکھائی دیتا ہے اس کا سرا اسی ایک رشتہ وحدتِ عزاء سے ملا ہوتا ہے اسے بنیادی طور سے اختلاف نہیں کہا جاسکتا۔

عزاء اداری کی اس ابلاغی توانائی سے مختلف لوگوں اور طبقوں نے اپنے اپنے لحاظ سے سماجی، معاشی، تہذیبی اور فکری استفادہ کیا اور کرتے رہے اور اس طرح کامیابی سے ہمکنار بھی ہوئے، وہیں اس کے استحصال کرنے کی کوششیں بھی ہوئیں آج کے اطلاعاتی ٹکنالوجی کے زمانہ میں ایسی کوشش کچھ زیادہ ہی کثرت و قوت سے ابھرتی نظر آتی ہیں یہاں تک کہ عزاء اور دنیا میں اختلافات ہی نہیں بوئے جارہے ہیں، انہیں فروغ ہی نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ اور آگے تفرقہ اندازی کی حدیں صاف نظر آرہی ہیں (خدا بچائے ان جوانوں سے)۔ عام منظر نامہ زیادہ ہی متشدد ہوا دکھائی دے رہا ہے۔ یہ کچھ جو ہمیں دکھائی دے رہا ہے، اس کا اظہار بہت ڈرتے ڈرتے کیا ہے۔ (خدا کرے ایسا نہ ہو یا نہ رہ جائے)۔ خدا نہ کرے ان منفی کرداروں کی وجہ سے ہمیں واقعی رخصتِ عزاء کا منہ نہ دیکھنا پڑے۔ ہمیں یقین ہے کہ رخصتِ عزاء تو ہو نہیں سکتی لیکن ہماری وابستگی کے زاویہ سے کہیں یہ ہوتا نہ دکھائی دے (جیسے ریگستان میں سراب)۔ یہ بھی یقینی ہے کہ جب تک ہم عزاء اداری کے مقصد یعنی عزائے امام سے جڑے رہتے ہیں (عزاء کے علاوہ عزاء اداری کا جو بھی مقصد کہا جائے یا جتنے بھی گنائے جائیں، وہ سب ضمنی تو ہو سکتے ہیں یا پھر اصل مقصد سے حاصل ہونے والے ثمرے، اس سے زیادہ کچھ نہیں)۔ اس کے آگے بس 'التماس دعا'! آپ حضرات اس شمارہ میں شامل قسط وار "شہدائے کربلا" کے سلسلہ کی تازہ کڑی سے مستفیض و مشاب ہوں۔

م۔ر۔عابد

شہدائے کربلا

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقویؒ

راہ میں حرّ کی ملاقات کے بعد جو خطبہ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا ہے جس کے سلسلہ میں زہیر بن قینؑ اور نافع بن ہلالؑ نے تقریریں کیں جو ان کے حالات میں درج ہو چکیں۔ نافع کے بعد بریر کھڑے ہوئے اور کہا:

”واللہ یا ابن رسول اللہ لقد منّ اللہ بک علینا ان نقاتل بین یدیک فقطع فیک اعضاؤنا حتیٰ یکون جدک یوم القیامۃ بین ایدینا شفیعاً لنا فلا افلاح قوم ضیعوا ابن بنت نبیہم وویل لہم ماذا یلقون بہ اللہ وافی لہم یوم ینادون بالویل والنبور فی نار جہنم۔“

”خدا کی قسم اے فرزند رسول! یہ خدا کا احسان ہے ہم پر کہ ہم کو موقع دیا اس بات کا کہ ہم آپ کے سامنے جنگ کریں اور آپ کی نصرت میں ہمارے اعضاء قطع کئے جائیں یہاں تک کہ آپ کے جد بزرگوار روز قیامت ہمارے شفاعت خواہ ہوں کیونکہ وہ جماعت کبھی نجات نہیں پاسکتی جس نے اپنے نبی کے نواسے کو برباد کیا اوروائے ہوان کے لئے۔ کیا یہ خدا کو منہ دکھائیں گے اور کیا حال ہوگا اس دن جب وہ آتش جہنم میں نالہ و

(۷۰) بریر بن خضیر ہمدانی

اوصاف و خصوصیات

سن رسیدہ تابعی، عبادت گزار اور حافظ قرآن تھے۔ میں نے ان کے حالات ”تذکرۃ حفاظ شیعہ“ میں بھی درج کئے ہیں۔ وہ امیر المؤمنینؑ کے اصحاب میں سے اور کوفہ کے باشندہ، ہمدانی قبیلہ کے اشراف میں سے تھے۔^(۱)

ابو اسحاق ہمدانی سبعی مشہور محدث و حافظ کے ماموں تھے۔^(۲)

مسجد کوفہ میں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔^(۳) لوگ ان کو سید القراء (حفاظ کا سردار) کہتے تھے۔^(۴)

ابتدائی حالات

ان کا قیام کوفہ میں تھا، مگر شاید حضرت مسلمؑ کے ورود کوفہ کے موقع پر وہ وہاں موجود نہ تھے، اس لئے کوئی ذکر ان کا نظر نہیں آتا۔ بیشک امام حسینؑ کے پاس وہ حرّ کی ملاقات کے موقع پر موجود تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ راستے میں کسی جگہ وہ امامؑ کے ساتھ ملحق ہوئے ہیں۔

امامؑ کا خطبہ اور اس کا جواب

(۱) حصّہ اول، ص ۱۵۳-۱۴۹ (۲) ابصار العین، ص ۷۰

(۳) طبری، ج ۶ ص ۲۴ (۴) رجال کشی، مطبوعہ بیہقی ص ۸۳

فریاد کرتے ہوں گے۔“^(۱)

دشمن کی جسارت اور بریرؓ کی گفتگو

عاشور کی شب امامؑ اور ان کے اصحابؑ نے عبادت خدا میں گزاری اور لشکر عمر سعد کا طلا یہ کبھی خیام امامؑ کے قریب سے ہو کر گزرتا تھا۔ امامؑ ان آیات کی تلاوت فرما رہے تھے:

”لَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا
نَمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لَّا نَفْسُهُمْ إِنَّمَا
نَمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا وَلَهُمْ
عَذَابٌ مُّهِينٌ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ
حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ“
”(یعنی) نہ سمجھنا چاہئے ان لوگوں کو
جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے کہ ہم جو انہیں
مہلت دیتے ہیں یہ ان کے لئے بہتر ہے۔
ہم تو انہیں مہلت دیتے ہیں اس لئے کہ ان
کے گناہوں میں اور اضافہ ہو جائے اور ان
کے واسطے حقارت آمیز عذاب ہے۔ خدا
نہیں چھوڑے گا مومنین کو اس حالت میں
جس پر تم ہو جب تک کہ امتیاز نہ کر دے
ناپاک لوگوں کا پاک لوگوں سے۔“

عمر سعد کے طلا یہ کی فوج میں سے ایک شخص نے اسے سنا تو وہ کہنے لگا کہ ”خدا کی قسم ہم ہیں پاک لوگ جن کا تم سے امتیاز ہو گیا۔“ ضحاکؓ بن عبداللہ مشرقی نے جو اصحاب امامؑ میں سے تھے لیکن درجہ شہادت پر فائز نہیں ہوئے۔ بیان

کیا ہے کہ میں نے اس کو پہچانا اور بریر بن خضیر سے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا: ”نہیں“ میں نے کہا: یہ ابو حرب عبداللہ بن شہر سبیعی ہے۔ وہ ایک مسخرہ بیہودہ انسان لیکن بہادر اور جری تھا۔ سعید بن قیس ہمدانی جو امیر المومنین کی فوج کے ایک سردار تھے، اکثر اس کو جرائم کی پاداش میں قید کر دیا کرتے تھے۔ بریرؓ کو اس امر سے تکلیف محسوس ہوئی کہ یہ انہی کے قبیلہ کا ایک شخص ہے جو اس طرح کہہ رہا ہے۔ انہوں نے پکار کر کہا: ”اے فاسق بھلا تو وہ ہوگا جسے خدا پاک لوگوں میں محسوب کرے!“ اس نے کہا: ”تم کون ہو؟“ بتایا کہ ”بریرؓ بن خضیر“ جاہل انسان کہنے لگا کہ مجھے بڑا صدمہ ہے بریرؓ! تم ہلاک ہوئے خدا کی قسم، بخدا ہلاک ہوئے۔

بریرؓ نے کہا: ”اے ابو حرب! کیوں نہیں تو بہ کر لیتا اپنے بڑے گناہوں سے۔ خدا کی قسم پاک لوگ ہم ہیں اور خبیث و ناپاک تم ہو۔“ مسخرے شخص نے کہا: ”اور میں اس کی گواہی دیتا ہوں۔“

ضحاکؓ مشرقی نے کہا: ”پھر یہ جانتے ہو تو عمل کیوں نہیں کرتے ہو۔ اس نے کہا: ”قربانت شوم! پھر یزید بن عذرة الغری کی مصاحبت کون کرے گا۔“ یہ فوج عمر سعد کا ایک شخص تھا جو اس وقت اس کے ہمراہ تھا۔

معلوم ہو گیا یہ شخص سنجیدہ گفتگو کا اہل نہیں ہے۔ وہ بات کو مذاق میں اڑاتا ہے۔

ضحاکؓ نے کہا: ”بہر حال خدا تجھے غارت کرے تو جاہل و احمق ہے۔“^(۱)

ذوق شہادت

عاشور کی صبح کو ترتیب لشکر کے بعد امامؑ نے ایک

(۱) البصار للعين، ص ۷۰

(۱) تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۴۰

مقابلہ پرزہیر بن قین یا حبیب بن مظاہر یا بریر خضیر گوانا چاہئے جس پر عبداللہ کو غصہ آگیا اور انہوں نے حملہ کر دیا۔^(۱)

مباہلہ اور جنگ

واقعہ بکر بلا میں اصحاب حسینی کے استقلال اور ثبات قدم کا تمام راز ان کے اس یقین و اطمینان میں مضمر تھا جو انہیں اپنی حقانیت کے بارے میں حاصل تھا۔ اس کے مظاہرے مختلف صورتوں سے ہوتے رہتے تھے ان میں سے بڑا شاندار واقعہ یہ ہے جس میں بریر کے اطمینان قلبی کا ثبوت پیش ہوا ہے۔

یزید بن معقل فوج عمر سعد میں، بنی عمیرہ بن ربیعہ میں سے، بنی سلیمہ بن عبد القیس کا حلیف تھا۔ اس سے اور بریر سے پرانی شناسائی تھی اور آپس میں مذہبی نوک جھوک بھی ہوا کرتی تھی، وہ صف سے باہر نکلا اور اس نے بریر کو پکار کر آواز دی کہ دیکھا تم نے خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟! بریر نے کہا: ”خدا نے میرے ساتھ تو بڑا اچھا سلوک کیا۔ ہاں تو اپنی کہہ کہ بڑا بد نصیب ہے۔“

یزید نے کہا: ”تم جھوٹ کہتے ہو حالانکہ اس کے پہلے تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، اچھا تمہیں یاد ہے؟ ایک دن ہم اور تم بنی دودان کے کوچہ میں جا رہے تھے اور تم کہہ رہے تھے کہ عثمان بن عفان گنہگار تھے اور معاویہ بن ابوسفیان خود گمراہ اور دوسروں کا گمراہ کرنے والا ہے، اور سچے راہنما اور امام علی بن ابی طالب ہیں۔“ بریر نے کہا: ”میں اس وقت بھی اقرار کرتا ہوں کہ میری رائے یہی ہے اور میں اسی قول پر قائم ہوں۔“ یزید نے کہا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو۔“ بریر نے کہا: ”اچھا اس پر تیار ہو

خیمہ نصب کرایا اور اس میں بعض آداب طہارت کے ادا کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو دروازہ پر خیمہ کے عبدالرحمن بن عبد رب انصاری اور بریر کھڑے ہوئے تھے اور آپس میں اس امر پر پُر لطف دھکم دھکا ہو رہا تھا کہ کون امام کے بعد پہلے خیمہ میں جائے گا۔ اس موقع پر بریر عبدالرحمن سے مذاق کر رہے تھے۔ عبدالرحمن نے کہا: ”چھوڑو ان باتوں کو، اس وقت دل لگی کا موقع نہیں ہے۔“ بریر نے کہا: ”خدا کی قسم! میرے قبیلہ کے تمام لوگ جانتے ہیں کہ میں نے کبھی دل لگی کو پسند نہیں کیا، نہ جوانی میں اور نہ ادھیڑ پن میں۔ لیکن اس وقت تو میں مستقبل کے خیال پر خوش ہوں۔ بخدا ہم میں اور حوروں کی ملاقات میں صرف اتنا فاصلہ ہے کہ یہ لوگ ہم پر تلواں لے کر حملہ کریں۔ اور مجھے تو تمنا ہے کہ کہیں یہ وقت جلد آئے۔“^(۱)

فاضل سماوی نے اس واقعہ کو نوں محرم سے متعلق قرار دیا ہے۔^(۲) اس کا کوئی ثبوت مجھے نہیں ملا۔

جہاد میں سبقت

حبیب بن مظاہر کے حالات میں یہ لکھا جا چکا ہے کہ جنگ چھڑنے کے بعد سب سے پہلے جو دو (۲) پہلوان دشمن کی طرف سے نکلے وہ یسار اور سالم دو غلام تھے۔ انہوں نے مبارز طلبی کی تو حبیب بن مظاہر اور بریر بن خضیر یہی دو جوان ہمت انسان تھے جو کھڑے ہو گئے مگر امام نے ان کو منع کر دیا۔

یہ بھی وہاں لکھا گیا ہے کہ بریر فوج حسینی کے ان مخصوص اشخاص میں سے تھے جو نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب عبداللہ بن عمیرہ کلبی ان دونوں کے مقابلہ پر نکلے تو انہوں نے کہا کہ تم سے واقف نہیں ہیں۔ ہمارے

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۵

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۱ (۲) ابصار العین، ص ۷۰

سینہ پر سے الگ گرے ہوئے تھے۔ پھر اس نے تلوار لگا کر بالکل بریڑ کا کام تمام کر دیا۔ رضی بن منقذ جس نے ابھی بریڑ کے مقابلہ میں شکست کھائی تھی کپڑوں سے خاک جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا اور قاتل بریڑ کا شکریہ ادا کرنے لگا کہ تم نے مجھ پر آج وہ احسان کیا جس کو میں کبھی نہ بھولوں گا۔^(۱)

انجام ستم

حسینؑ کے ساتھ والے مجاہد اپنے حسن عمل میں تمام عرب میں شہرہ آفاق تھے۔ وہ مال و جاہ دنیا کی ہوس تھی جو ان کے خلاف شمشیر زنی پر آمادہ کرتی تھی۔ مگر بعد میں انہیں خود اپنے وابستگان اعز و اقارب کی طرف سے لعنت و ملامت سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ قتل کرنے والے ظالم خود اپنے کردار کی برائی کا اقرار نہ کریں اور اپنے غلط طریقہ کار پر اصرار رکھیں۔ بریڑ کا قاتل کعب بن جابر جب کوفہ واپس گیا تو اس کی بیوی یا اس کی بہن نوار بنت جابر نے کہا کہ تو نے غضب کیا، فرزند فاطمہ زہراؑ کے خلاف تو نے جنگ کی اور سید القراء (بریڑ) کو قتل کیا۔ تو نے بڑا عظیم اقدام کیا ہے۔ میں تجھ سے اب کبھی بات نہیں کروں گی۔ اسے سن کر کعب بن جابر نے کچھ اشعار نظم کئے۔ جنہیں میں نے ’قاتلان حسینؑ کا مذہب‘ میں درج کیا ہے، ان میں سے آخری شعر جسے وہاں نہیں لکھا گیا ہے حسب ذیل ہے:

قتلت بریراً ثم حملت نعمة

ابا منقذ لما دعا من يماصع

”میں نے بریڑ کو قتل کیا اور ابو منقذ کو اپنا

احسان مند کیا جب کہ وہ پکارا اٹھا تھا کہ کون

میری مدد کرتا ہے۔“

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴

کہ میں تم سے مقابلہ کروں اور ہم دونوں مل کر خدا سے دعا کریں کہ وہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جو حق پر ہو اس کے ہاتھ سے باطل پرست کو قتل کر دے۔ پھر میں تم سے نکل کر جنگ کروں۔“ یزید نے اس کو منظور کر لیا۔

دونوں فوجوں کی آنکھیں لڑی ہوئی ہوں گی، حق اور باطل کا سخت مقابلہ اور فیصلہ کن امتحان تھا۔

دونوں نے نکل کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور خدا سے دعا کی۔ پھر جنگ کے لئے مقابلہ پر آ گئے۔

بس دو ضربتوں کی آمد و رفت ہونے پائی۔ پہلے یزید نے تلوار لگائی جو بریڑ پر اچھتی ہوئی پڑی اور کوئی صدمہ انہیں نہیں پہنچا۔ پھر بریڑ نے تلوار ماری جو خود کو کاٹتی ہوئی دماغ تک پہنچی وہ گھوڑے پر سے زمین پر گر پڑا اس حالت میں کہ بریڑ کی تلوار اس کے سر میں قائم تھی اور وہ اسے سر کے اندر سے کھینچ رہے تھے۔

شہادت

رضی بن منقذ عبدی نے بریڑ پر حملہ کیا اور بریڑ کے لپٹ گیا، کشتی لڑنے لگا۔ بریڑ اس کو گرا کر سینہ پر سوار ہو گئے۔ کمینہ بزدل دشمن اب چیخنے لگا اور پکارنے لگا: ”کہاں ہیں جنگجو پہلوان، کہاں ہیں مدافعت کرنے والے جوان۔“ کعب بن جابر بن عمرو اذی حملہ کے لئے آگے بڑھا۔ عقیف بن زہیر بن ابی الاخنس جو واقعہ کربلا میں لشکر عمر سعد میں موجود تھا اس کا بیان ہے کہ میں نے کعب سے کہا یہ تو بریڑ بن خضیر وہ حافظ قرآن ہیں جو ہم کو مسجد میں قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ مگر اس نے سماعت نہ کی اور پشت کی جانب سے بریڑ پر نیزہ کا وار کر دیا۔ بریڑ کو نیزہ کی انی کا احساس ضرور ہوا۔ مگر چارہ کار کوئی نہ تھا۔ انی سینہ کے پار تھی اور بریڑ اپنے دشمن کے

بریر کی شہادت کے وقت کا تعین حقیقتاً نہیں ہو سکا ہے۔ ان کی جنگ کی صورت اور واقعہ شہادت کی نوعیت کی بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ وہ اوائل جنگ میں شہید ہوئے ہیں۔

ابن شہر آشوب نے ان کی شہادت کو حر کے بعد لکھا ہے۔ اور تحریر کیا ہے کہ ان کو بجیر بن اوس ضبی نے شہید کیا۔^(۱)

مگر یہ لوگ خود حر کی شہادت کو اوائل جہاد میں بتلاتے ہیں۔ حالانکہ حر جیسا کہ میں نے لکھا ہے نماز ظہر کا وقت آنے کے بعد شہید ہوئے ہیں۔

بہت ممکن ہے کہ میں دوسرے ایڈیشن میں بریر کے تذکرہ کو حصہ اول میں ظہر کے قبل شہید ہونے والے اصحاب میں جگہ دے دوں۔

(۷۱) شوزب بن عبداللہ

غلام زادوں میں سے قبیلہ ”شاکر“ کے تھے جو ”ہمدان“ کی ایک شاخ تھی۔

اور عابس بن ابی شیبہ شاکری کے ساتھ جن کا تذکرہ ابھی ان کے بعد آئے گا، اتصال رکھتے تھے۔ وہ شیعان کوفہ میں اپنے اوصاف کی بناء پر نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ اور ایک طرف تو میدان جنگ کے شہسوار تھے، دوسری طرف احادیث کے حافظ تھے اور امیر المومنین سے استفادہ کئے ہوئے تھے۔ وہ کوفہ میں اس باب میں مرجعیت کی حیثیت رکھتے تھے اور لوگ ان سے احادیث حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔^(۲)

جب عابس جناب مسلم کا خط لے کر کوفہ سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے جس کا تذکرہ اس کے بعد آئے گا تو

بے دین جاہل شخص بریر کے قتل پر فخر کر رہا ہے۔ عبدالرحمن بن جندب کی روایت ہے کہ میں نے اس کو مصعب بن زبیر کے زمانہ میں یہ کہتے سنا کہ خداوند! ہم نے وفاداری سے کام لیا۔ ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ کرنا جو غداروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ میرے باپ جندب نے کہا کہ بالکل سچ۔ وفاداری کے معنی یہی ہیں! بیشک تو نے اپنے نفس کے ساتھ خود برائی کی۔ ہٹ دھرم ظالم کہنے لگا: ”ہرگز نہیں میں نے کوئی برائی نہیں کی۔ میں نے تو اپنے نفس کے ساتھ اچھا ہی سلوک کیا۔“ مگر وہی رضی بن منقذ جس کی حمایت پر وہ آج فخر کر رہا تھا اس نے اس طرح اپنے خیالات کا اظہار کیا:-

لو شاء ربی ما شہدت قتالہم
ولا جعل النعماء عندی ابن جابر
لقد کان ذالک الیوم عارا و سبۃ
یعیبرہ الابناء بعد المعاشر
فیالیت انی کنت من قبل قتله
ویوم حسین علیہ السلام کنت فی رمس قابر
”(یعنی) مقدر میں اس طرح لکھا نہ ہوتا تو
میں اس جنگ میں شریک نہ ہوتا اور نہ ابن
جابر کا احسان مجھ پر ہوتا۔ وہ دن ہمیشہ کے
لئے ایک عار و ننگ کا موقع تھا جو نسلوں تک
طعن و تشنیع کا باعث رہے گا۔ کاش میں بریر
کے قتل اور حسینؑ سے مقابلہ کے دن سے
پہلے مر کر قبر میں پہنچ گیا ہوتا۔“^(۱)

یہ ہر کمزور نفس کے انسان کا خاصہ ہے کہ وہ اپنی بد اعمالیوں کو تقدیر کے حوالہ کرتا ہے۔

(۱) مناقب مطبوعہ بمبئی، ج ۴ ص ۹۴ (۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۸۸

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۴۸

(۷۲) عابس بن ابی شیبہ شاکری

نام و نسب

عبس بن ابی شیبہ بن شاکر بن ربیعہ بن مالک بن صعب بن معویہ بن کثیر بن مالک بن حشم بن حاشد الہمدانی الشاکری۔ بنو شاکر قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ تھی۔ اور ان ہی کی نسبت امیر المومنینؑ نے روز صفین فرمایا تھا کہ اگر ان کی تعداد ایک ہزار ہو جائے تو خدا کی عبادت اس طرح ہونے لگے جس طرح ہونا چاہئے۔

یہ لوگ عرب میں بڑے شجاع اور جنگ آزماتھے اور ”فتیان الصباح“ کے لقب سے مشہور تھے۔ اس کے معنی ہوئے ”وقت صبح کے جوانمرد“ چونکہ غارت گری اور جنگ زیادہ تر اوقات صبح میں ہوتی تھی اس لئے اس وقت کی طرف نسبت دی گئی ہے۔

ہمدان کی ایک دوسری شاخ، بنو وادعہ کے پاس ان لوگوں نے جا کر قیام کیا تو وہ لوگ بھی اسی لقب سے ملقب ہو گئے اور اسی لئے عابس کو شاکری بھی کہا جاتا ہے اور وادعی بھی۔^(۱)

شیخ الطائفہ نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ کے ذیل میں ان کے والد کا نام ابو شیبہ ہی لکھا ہے۔ علامہ مامغانی نے اس کی تبعیت کرتے ہوئے ان کو عابس بن ابی شیبہ کے نام سے معنون کرنے کے بعد نہ معلوم کس بنا پر یہ لکھ دیا ہے کہ ”ظاہر غیرہ کون شیبہ بغیر کلمۃ ابی اسما لا بیہ لا کنیۃ لہ“ شیخ طوسی کے علاوہ دوسرے لوگوں کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے باپ کا نام شیبہ تھا ”ابی“ کی لفظ کے بغیر، نہ ابو شیبہ کنیت کے طور پر۔^(۲)

شوذب ان کے ساتھ گئے اور امام کے ساتھ مکہ معظمہ سے پھر عراق آئے اور کربلا پہنچے۔^(۱)

روز عاشور عابس نے اپنے باوفا غلام سے کہا: ”کیوں شوذب تمہارا کیا ارادہ ہے؟“ شوذب نے کہا: ”ارادہ کیا ہے؟ یہی کہ آپ کے ساتھ رہ کر فرزند رسولؐ کی نصرت میں جنگ کروں اور قتل ہوں۔“

عبس نے کہا: ”شاباش“ مجھے تم سے یہی امید تھی۔ اچھا تو پھر بڑھو آگے اور امام کے اوپر جان نثار کرو تاکہ امام تمہاری مصیبت بھی اس طرح دیکھ لیں جیسے اپنے دوسرے اصحاب کی اور میں بھی تمہارے غم کو برداشت کر کے ثواب کا مستحق بنوں۔ یقیناً اگر اس وقت کوئی ایسا شخص میرے ساتھ ہوتا جس پر مجھے اس سے زیادہ اختیار ہوتا جتنا مجھے تم پر اختیار حاصل ہے تو میری خوشی ہوتی کہ وہ میرے سامنے جائے تاکہ میں اس کی مصیبت کو برداشت کروں کیونکہ آج تو دن ایسا ہے جس میں جتنا انسان سے ہو سکے اتنا اجر و ثواب حاصل کر لے کیونکہ آج کے دن کے بعد پھر عمل کا دفتر ختم ہے اور حساب کے سوا کچھ نہیں ہے۔“ میں نے اس گفتگو پر ”محاربہ کربلا“^(۲) میں تبصرہ کیا ہے۔

شوذب آگے بڑھے۔ امام حسینؑ کو سلام کیا اور پھر جنگ کر کے شہید ہوئے۔^(۳)

وہ غلام عالم کے سرتاجوں سے زیادہ عزت دار تھا کہ اس پر امامؑ نے زیارت شہداء میں سلام کیا:-
”السلام علی شوذب مولیٰ شاکر۔“

(۱) البصار لعین، ص ۶۶ (۲) محاربہ کربلا، ص ۵۵-۵۴

(۳) طبری، ج ۶ ص ۲۵۴

(۱) البصار لعین، ص ۷۴ (۲) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۱۱۲

ممکن ہے کسی کتاب میں ایسا ہو لیکن ہمارے سامنے تاریخ طبری موجود ہے۔ اس میں بھی جہاں جہاں ان کا ذکر ہے ”عابس بن ابی شیبہ“ ہی لکھا ہے۔^(۱)

زیارت شہداء کے بعض نسخوں میں السلام علی عابس بن شیبہ ہے۔ لیکن اسی زیارت کو سپہر کا شانی نے جو درج کیا ہے اس میں السلام علی عابس بن ابی شیبہ الشاکری ہے۔^(۲)

اوصاف

وہ شیعان کوفہ میں سے رئیس قوم، بہادر، مقرر، عبادت گزار اور شب زندہ دار تھے۔ بہت سی لڑائیوں میں کار نمایاں انجام دے چکے تھے۔ اور دلوں میں اُن کی شجاعت کا سکہ قائم تھا۔

جلسہ میں تقریر

اُس موقع پر جب جناب مسلم بن عقیل کوفہ میں وارد ہوئے اور آپ نے مختار کے گھر میں قیام فرمایا اور شیعان کوفہ کا اجتماع ہوا اور مسلم نے امام کا خط پڑھ کر سنایا تو اُس وقت سب سے پہلے عابس بن شیبہ شاکری ہی کھڑے ہوئے تھے اور انھوں نے حمد و ثنائے الہی کے بعد کہا:-

”اما بعد فانی لا اخبرک عن

الناس، ولا اعلم ما فی انفسهم وما

اغرک منهم و اللہ احدک، عما

انا موطن نفسی علیہ، واللہ لا

جیبتمکم، اذا دعوتکم، ولا قاتلن

معکم، عدوکم و، لا ضربن

بسیفی دونکم حتی القی اللہ، لا

ارید بذلک الا ما عند اللہ۔“

(۱) طبری، ج ۶ ص ۱۹۹ و ۲۱۱ و ۲۵۴ (۲) تاریخ التواریخ، ج ۶ ص ۳۱۴

”میں آپ کو دوسرے لوگوں کی نسبت کچھ بتانا، نہیں چاہتا ہوں، اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے دلوں میں کیا ہے اور میں آپ کو ان کے بارے میں بتلائے فریب نہیں بنانا چاہتا۔ بخدا میں آپ کو وہ بتلاتا ہوں جس کو میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا ہے۔ بخدا میں جب آپ آواز دیجئے گا تو آپ کی صدا پر حاضر ہوں گا، اور آپ لوگوں کے ساتھ آپ کے دشمن سے جنگ کروں گا اور اپنی اس تلوار سے آپ کی طرف سے جہاد کروں گا یہاں تک کہ خدا سے ملاقات کروں۔ اس سے میرا مقصود سوائے خوشنودی خدا کے کچھ اور نہیں ہوگا۔“

دیکھا جائے تو عابس کی یہ مختصر تقریر بڑی معنی خیز ہے۔ وہ عام اہل کوفہ پر بے اعتمادی کا اظہار کر رہے ہیں۔ وہ ان کے ارادوں کے ثبات اور مواعید کے استقلال کی کمزوری کا انکشاف کر رہے ہیں اور اسے ایک فریب نگاہ قرار دے رہے ہیں۔ بیشک وہ صرف اپنے نفس کی ذمہ داری کر رہے ہیں اور عہد و فاداری کے پورا کرنے کی قسم کھا رہے ہیں۔

اس امر سے عابس کی شخصیت کا ممتاز درجہ بھی سامنے آ جاتا ہے کہ اس جلسہ میں بڑے بڑے صاحب مرتبت اشخاص موجود تھے، جیسے حبیب بن مظاہر، سعید بن عبد اللہ حنفی وغیرہ۔ لیکن ان تمام لوگوں میں عابس نے تقدم کی جرأت کی اور ان کی تقریر اتنی جامع اور پر مغز تھی کہ حبیب بن مظاہر نے ان کی تعریف کی اور کھڑے ہو کر کہا:-

رحمک اللہ قد قضیت

مافی نفسک بوا جزمین قولک

”خدا اپنی رحمت تمہارے شامل حال

کرے۔ تم نے کتنے مختصر الفاظ میں اپنے

پورے خیالات کا اظہار کر دیا ہے۔“

اس کے بعد انھوں نے اپنی طرف سے نصرت و اعانت کی اسی طرح ذمہ داری کی جس طرح عابس نے کی تھی۔^(۱)

کوفہ سے روانگی

جب جناب مسلم کی کوفہ میں اٹھارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ آپ نے صورت حال سے امام کو مطلع کرنے کے لئے خط لکھا۔ یہ خط آپ نے عابس بن ابی شمیم شاکری ہی کو دیا کہ وہ امام کے پاس لے جائیں۔ چنانچہ عابس اس خط کو لے کر امام کے پاس گئے۔^(۲)

اسی لئے جناب مسلم کے واقعہ میں آپ کی جنگ اور شہادت کے موقع پر پھر عابس کا نام دکھلائی نہیں دیتا۔ وہ امام کے تھے اور پھر آپ سے جدا نہیں ہوئے یہاں تک کہ کربلا پہنچے، ان کا غلام شوزب ان کے ساتھ تھا۔

جذبہ قربانی

ابھی شوزب بن عبد اللہ کے حال میں عابس کے وہ الفاظ درج ہو چکے ہیں جو انھوں نے اپنے باوفا غلام سے کہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر میرے پاس اس وقت کوئی ایسا شخص ہوتا جو تجھ سے زیادہ میرے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوتا تو میری خوشی ہوتی کہ وہ میرے سامنے جا کر قتل ہوتا کہ اس کی مصیبت کو میں برداشت کروں اور اجر کا مستحق بنوں۔ کیونکہ آج کا وہ دن ہے جس

(۱) طبری، ج ۶ ص ۱۹۹ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۱۱

میں ہم کو ہر امکانی ذریعہ سے آخرت کے ثواب کا استحقاق حاصل کرنا ہے۔ پھر آج کے دن کے بعد عمل کا موقع نہیں ہے۔“

یہ وہ الفاظ ہیں جنہیں اطمینانی مواقع پر شاعری کے طور پر ہر شخص کہہ سکتا ہے۔ لیکن عین مصیبت کے موقع پر واقعی طور پر ان کا کہنا بہت مشکل ہے معلوم ہوتا ہے مصائب کے اٹھانے کا ایک شوق ہے اور تکالیف کے برداشت کرنے کا جذبہ جو خود اختیاری طور پر عملی اقدامات کا محرک ہے۔ آپ یہ سن چکے کہ غلام گیا اور شہید ہو گیا۔ آج اس کو وہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ اس کے مالک کے تذکرہ سے پہلے اس کا ذکر سامنے آیا۔ لیکن حقیقت وہ عابس ہی کی قربانی کا ایک باب ہے جو تمہید کی صورت سے مقدم ہو گیا ہے۔

امام سے رخصت

شوزب کے قتل ہونے کے بعد عابس امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:-

”بخدا روئے زمین پر کوئی ایسا نہیں جو مجھے آپ سے زیادہ عزیز اور آپ سے زائد محبوب ہو۔ اگر مجھے قدرت ہوتی کہ میں اپنی جان سے زیادہ کوئی عزیز شے آپ کی خدمت میں پیش کروں تو اسے پیش کرتا مگر اب تو بس میری جان ہی باقی ہے۔ تو پھر اجازت دیجئے۔ میں آخری سلام کرتا ہوں۔ اور خدا کو گواہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے اور آپ کے باپ کے دین پر قائم ہوں۔“

ان الفاظ کو کہہ کر امام سے رخصت ہوئے۔

بے مثال جنگ

عباس تلوار کھینچے ہوئے فوج دشمن کے سامنے آئے، ان کی پیشانی پر اس وقت ایک زخم تھا جو شائد پہلے کے

(۷۳) عبداللہ بن عروہ بن حراق الغفاری

یہ وہی قبیلہ ہے جس کو حضرت ابوذر کی نسبت کا شرف حاصل ہے۔ حراق غفاری اصحاب امیر المؤمنینؑ میں سے تھے اور حضرت کے ساتھ جمل، صفین اور نہروان میں شریک رہے تھے۔ ان کے دونوں پوتے عبداللہ بن عروہ اور عبدالرحمن بن عروہ اشراف و شجاعان کوفہ میں اور شیعیان علیؑ ابن ابی طالب میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے۔ یہ دونوں بھائی امام حسینؑ کے پاس کربلا میں آکر پہنچے اور حضرت کے انصار میں شامل ہوئے۔^(۱)

روز عاشور بعد ظہر جب اصحاب امامؑ کی تعداد بہت کم رہ گئی اور دشمن کی یورش بہت بڑھ گئی تو اصحاب ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے اور ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ہم پہلے اپنی جان نثار کریں۔

چنانچہ یہ دونوں بھائی خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ”یا ابا عبد اللہ! ہمارا سلام قبول کیجئے۔ دشمن اب آگے بڑھے چلے آتے ہیں اور ہمارا بس نہیں چلتا، اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ خود آپ کے سامنے قتل ہو جائیں۔ اور آپ کی حفاظت میں اپنی جان نثار کریں۔“

حضرت نے فرمایا: ”خدا تمہارا بھلا کرے، آؤ میرے قریب آؤ۔“

یہ دونوں امامؑ کے پاس کھڑے ہو گئے اور ایک ان میں سے یہ جڑ پڑھ رہا تھا:-

قد علمت حقاً بنو غفار
و خندف بعد بنی نزار
لنصر بن معشر الفجار
بکل غضب صارم بثار

(۱) البصار العین، ص ۱۰۴

حملوں میں آگیا تھا۔ فوج کوفہ کا ایک شخص ربیع بن تمیم جو واقعہ کربلا میں موجود تھا، بیان کرتا ہے کہ میں نے عابس کو آتے دیکھا تو پہچان لیا۔ میں انہیں اس کے پہلے لڑائیوں میں دیکھ چکا تھا اور ان کی شجاعت سے واقف تھا۔ میں نے کہا: ”ایہا الناس! یہ شیروں کا شیر ہے، یہ ابن شعیب ہے۔ دیکھو کوئی ایک شخص تم میں سے اس کے مقابلہ کو باہر نہ نکلے۔“ عابس نے آواز دینا شروع کی ”الارجل الارجل“ کیا کوئی مرد میدان نہیں جو ایک مرد میدان کے مقابلہ کو نکلے۔“ طبری کے مطبوعہ نسخہ میں یہی الفاظ ہیں۔ البصار العین میں ہے: ”الارجل الارجل“ ”کیا کوئی مرد نہیں ہے، کوئی مرد نہیں ہے؟“ مگر فوج میں سے ایک شخص بھی باہر نہ نکلا۔ عمر سعد نے کہا: ”اس بہادر کو پتھر مارنا شروع کر دو۔“ ہر طرف سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ یہ عجیب طریقہ جنگ دیکھ کر عابس نے زرہ اور خود و بکتر اتار کر پھینک دیا اور تلوار لئے فوج پر ٹوٹ پڑے جس صف کی طرف رخ کرتے تھے سینکڑوں آدمی ان کے سامنے سے بھاگتے نظر آتے تھے۔

شہادت

تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد فوج کے بڑے حصہ نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور قتل کیا۔ ان کو شہید کرنے کے بعد ان کا سر قلم ہوا اور بہت سے آدمیوں نے فوج کے آپس میں جھگڑنا شروع کیا۔ ہر ایک کہتا تھا اس شخص کو میں نے قتل کیا۔ عمر سعد نے اس کا یہ کہہ کر فیصلہ کیا کہ جھگڑا نہ کرو۔ اس شخص کا قاتل کوئی ایک نہیں ہو سکتا۔ تم سب اس کے قاتل ہو۔ اس طرح یہ نزاع برطرف ہوئی۔^(۱)

(۱) تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۵۴

یا قوم ذو دواعن بنی الاحرار
بالمشرقی والقنا الخطار
”حقیقۃً تمام بنی غفار اور خنزف و بنی
نزار کے قبائل اس امر سے واقف ہیں کہ ہم
فاسق و فاجر گروہ پر حملہ کریں گے، ہر باڑھ
دار براں شمشیر کے ساتھ۔ اے میرے
ساتھیو! شریف خاندان کی طرف سے شمشیر
و نیزہ کے ساتھ جنگ میں کوئی دقیقہ اٹھانہ
رکھو۔“

طبری کے الفاظ یہی ہیں کہ ”کان احدهما
يقول“ ان میں سے ایک یہ رجز پڑھ رہا تھا^(۱):-
لیکن مؤلف ’ابصار العین‘ نے لکھا ہے:-
”ان احدهما لیرتجر ویتجر
له الآخر فيقولان:-“

”(یعنی) ایک ان میں سے رجز کا مصرع شروع
کرتا تھا اور دوسرا اس شعر کو ختم کرتا تھا۔ اس طرح دونوں مل
کر رجز پڑھ رہے تھے۔“^(۲)
آخر وہ دونوں شہید ہوئے۔

طبری نے ان کا نام عبداللہ بن عزرہ اور عبدالرحمن
بن عزرہ غفاری لکھا ہے۔ اسی کا تتبع میں نے پہلے کیا
ہے۔^(۳)

مگر زیارت شہداء میں ”عزرہ“ کے بجائے ”عروہ“
ہے اور ابن شہر آشوب نے بھی یہی لکھا ہے۔^(۴)
مؤلف ’ابصار العین‘ بھی اسی کے موافق ہیں۔ علامہ
مامغانی لکھتے ہیں کہ رجال شیخ کے بعض نسخوں میں

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۵۳ (۲) ابصار العین، ص ۱۰۴

(۳) بحار پیکر بلا، ص ۴۹ (۴) مناقب ابن شہر آشوب، ج ۳ ص ۹۹

”عبدالرحمن بن عزرہ“ ہے اور منہج المقال کے ایک
نہایت صحیح اور معتبر نسخہ میں بھی رجال شیخ سے یہی منقول
ہے۔ لیکن خود رجال شیخ کے معتبر اور صحیح شدہ نسخہ میں عروہ
ہے اور تمام کتب سیر و مقاتل اسی پر متفق ہیں۔^(۱)
صاحب ’مناقب‘ نے عبداللہ بن عروہ کو ’حملہ اولیٰ‘
کے مقتولین میں قرار دیا ہے۔

سپہر کاشانی نے عبداللہ اور عبدالرحمن کے تذکرہ کے
بجائے یہ جدت آفرینی کی ہے کہ ان اصحاب کی فہرست
میں جن کا ذکر بحار اور دوسری کتابوں میں نہیں ہے محمد بن
مطاع کی شہادت کے بعد جابر بن عروہ غفاری کی جنگ
درج کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

”از پس او چنانکہ در شرح
شافیہ مرقوم است و ابو مخنف
حدیث می کند جابر بن عروہ
غفاری کہ مردیے سانحو ردہ و
پارسا بود و در غزوہ بدر و دیگر
غزوات ملازمت خدمت مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وآلہ می فرمود و
عصا بہ بر پیشانی بستہ بود کہ
جلد ابرو ہائے او فرو نیفتد و چشم
اورا از دیدار بازندارد حسین
علیہ السلام چون نگریست کہ
جابر آہنگ جنگ دارد فرمود
شکر اللہ سعیک یا شیخ و جابر
ایں شعر را بد جوزه قرأت کرد:-“

قد علمت حقاً بنو غفار
و خنزف ثم بنو نزار

(۱) تنہج المقال، ج ۲ ص ۱۴۶

(۷۵) حنظلہ بن اسعد شبامی

نام ونسب

حنظلہ بن اسعد بن شبام بن عبد اللہ بن اسعد بن
حاشد بن ہمدان الہمدانی الشبامی۔

سپہر کاشانی نے حنظلہ بن اسعد شبامی لکھا ہے۔^(۱) یہ
بالکل غلط ہے، زیارت شہداء میں، جسے نسخ نے درج کیا
ہے، السلام علی حنظلہ بن اسعد الشیبانی
لکھا ہے۔^(۲)

یہ بھی غلط ہے۔ صحیح ”شبامی“ ہے جیسا کہ زیارت کے
دوسرے نسخوں میں موجود ہے۔ بنو شبام قبیلہ ہمدان کی
شاخ تھے۔^(۳)

اوصاف

حنظلہ شیعہ ان کوفہ میں سے نام آور اور خوش تقریر،
بہادر اور حافظ قرآن تھے۔ ان کے ایک فرزند علی تھے جن
کا ذکر تاریخ میں موجود ہے۔^(۴)

میں نے تذکرہ حفاظ شیعہ میں ان کا حال اسی لئے درج
کیا ہے کہ وہ حافظ قرآن تھے۔^(۵)

حنظلہ امام کے پاس حضرت کے کربلا وارد ہونے
کے بعد پہنچے اور امام نے گفتگوئے صلح کے دوران میں اکثر
ان کو عمر سعد کے پاس نامہ و پیام کے ساتھ بھیجا ہے۔

تقریر

روز عاشور ظہر کے بعد جب اصحاب میں سے بہت
سے افراد شہید ہو چکے ہیں تو وہ امام کے سامنے آ کر کھڑے
ہوئے اور فوج کوفہ کو مخاطب کر کے با آواز بلند کہنے لگے:-

(۱) نسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۱ (۱) نسخ التواریخ، ج ۶ ص ۳۱۴

(۳) ابصار العین، ص ۷۷ (۳) ابصار العین، ص ۷۷

(۴) تذکرہ حفاظ شیعہ، حصہ اول ص ۵۴ تا ۱۵۶

بنصرنا لا حمد المختار
یا قوم حاموا عن بنی الاطہار
الطيبین السادات الاخیار
صلی علیہم خاتو الابرار
پس آغاز جنگ نمود و در
پیش روئے امام علیہ السلام
ہشتادتن مرد رزم آزمائے را
بخاک انداخت و خود نیز جائے
بپرداخت۔^(۱)

اب اس حکایت کے متعلق میں کیا کہوں اگر صاحب
نسخ کچھ بھی تحقیقات سے کام لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا
کہ صحابہ میں اور خصوصاً جنگ بدر کے شریک ہونے والوں
میں جابر بن عروہ غفاری کوئی شخص نہیں ہے۔

جو رجز درج کی گئی ہے اس کا پہلا شعر تقریباً بالکل
وہی ہے جو عبد اللہ بن عروہ غفاری کے حال میں درج ہوا۔
شرح شافیہ بالکل مجہول ہے۔ اور ابو مخنف کی نہ
معلوم یہ کس طرح کی حدیث ہے جس کی خبر نہ طبری کو تھی
اور نہ ابن شہر آشوب کو نہ علامہ مجلسی کو۔ اور براہ راست
صرف صاحب نسخ کو اس کی اطلاع ہو سکی۔

(۷۶) عبد الرحمن بن عروہ غفاری

وہ اپنے بھائی عبد اللہ کے ساتھ کربلا آئے۔ اور ان
ہی کے ساتھ میدان جہاد میں نکلے اور لڑ کر شہید ہوئے۔
زیارت شہداء میں بھی ان دونوں بھائیوں پر ساتھ ساتھ
سلام کیا گیا ہے:-

”السلام علی عبد اللہ و عبد الرحمن

ابنی عروہ بن حراق الغفاریین۔“

(۱) نسخ التواریخ، ج ۶ ص ۲۷۸

”یا قوم ائی اخاف علیکم، مثل
یوم الاحزاب مثل دأب، قوم
نوح و عاد و ثمود الذین، من
بعدهم و ما الله یرید ظلماً،
للعباد و یا قوم ائی اخاف،
علیکم یوم التناد، یوم تولون
مدبرین مالکم، من الله من
عاصم، و من یضلل الله فما له من
هاد، یا قوم لا تقتلوا حسیناً،
فیسیحکم الله بعذاب وقد
خاب من افترئ۔“

”اے میری قوم کے لوگوں مجھے
تمہارے متعلق اندیشہ ہے اس دن کا جو
بہت سی قوموں کو نصیب ہوا۔ جیسے قوم نوح
اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد، والوں کا
انجام ہوا اور خدا بندوں پر ظلم نہیں، کرتا بلکہ
ان کی بد اعمالیوں ہی کا بدلا دیتا ہے، اے
میری قوم میں تمہارے لئے اندیشہ رکھتا،
ہوں قیامت کے دن سے۔ جس وقت تم
اس دنیا سے، پشت پھراؤ گے اور کوئی تمہارا
بچانے والا خدا، کے عذاب سے نہ ہوگا اور
جس کی ہدایت سے خدا ہاتھ، اٹھائے اس کا
ہدایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اے
میری قوم والو! حسینؑ کو قتل نہ کرو، نہیں تو خدا
تم پر عذاب نازل کرے گا اور جھوٹ کہنے
والے کا انجام ناکامی ہے۔“

دشمن پر ایسی تقریروں سے اثر ہی کب ہوتا تھا۔
امام نے پکار کر فرمایا: ”اے ابن سعد! خدا اپنی رحمت

تمہارے شامل حال کرے۔ یہ لوگ عذاب کے مستحق تو
اسی وقت ہو گئے جب انھوں نے حق کی بات کو قبول نہ کیا
اور تم لوگوں کے خلاف فوج کشی کی۔ چہ جائیکہ اب؟ اب تو
یہ تمہارے بہت سے نیک ساتھیوں کو قتل بھی کر چکے ہیں۔“
حنظلہ نے کہا: ”حضور سچ فرماتے ہیں۔ حضور سے بڑھ کر
ان باتوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ اچھا پھر ہم بھی نہ جائیں خدا
کی طرف اور اپنے بھائیوں سے ملحق ہوں؟“
اذن جہاد

ان الفاظ میں حنظلہ نے اجازت جنگ طلب کی
تھی۔ امام نے فرمایا: ”جاؤ، دنیا و آخرت کی نیکی اور ایسی
سلطنت کی طرف جس کو زوال نہیں ہے۔“

شہادت

حنظلہ نے رخصتی سلام کیا۔ میدان جنگ میں گئے۔
لڑے اور شہید ہو گئے۔^(۱)

(۷۶) سیف بن حارث بن سریع بن جابر ہمدانی

یہ اور مالک بن عبد بن سریع جن کا ذکر ابھی ان کے
بعد آئے گا دونوں آپس میں چچا زاد بھائی اور ایک ماں کی
اولاد تھے اور کربلا میں ان دونوں میں جب صلح کی گفتگو
ہورہی تھی آکر امام کے ساتھ ملحق ہوئے۔^(۱)
ان کا غلام شبیب بھی ان کے ساتھ تھا۔^(۲)

روز عاشور جب بازار شہادت گرم ہو گیا تو دونوں
جوان امام کی خدمت میں آئے اور نزدیک کھڑے ہو کر
رونے لگے۔

یہ ان کے دل کی بچپنی تھی جس نے الفاظ کو سرشک غم

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۵۴ (۲) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۷۸

(۳) البصار لعین، ص ۷۸

میں ان کو ”مالک بن سرلیج“ کے نام سے درج کیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ سرلیج ان کے دادا تھے۔^(۱) ان کے باپ کا نام طبری نے عبد لکھا ہے۔^(۲) اور تنقیح المقال میں بھی اسی کی موافقت کی گئی ہے۔ مگر ’البصار العین‘ میں ”مالک بن عبد اللہ بن سرلیج“ ہے۔ زیارت شہداء کے بعض نسخوں میں بھی یہی ہے۔ مگر صاحب ’ناسخ‘ نے جو اس زیارت کو درج کیا ہے تو ”السلام علی مالک بن عبد بن سریع“، نقل کیا ہے۔^(۳)

(۷۸) ابو ثمامہ صاندی

نام و نسب

عمر بن عبد اللہ بن کعب الصاندی بن شرجیل بن شراحیل بن عمرو بن جشم بن حاشد بن جشم بن جیزون بن عوف بن ہمدان الہمدانی الصاندی۔ ابو ثمامہ ان کی کنیت تھی۔^(۴)

عام طور پر لوگ ”ابو ثمامہ صیداوی“ کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ابو ثمامہ صحیح ہے۔ اور ”صیداوی“ کے بجائے ”صاندی“ درست ہے۔

شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ میں ”عمرو بن عبد اللہ انصاری“ درج کیا ہے۔ اس میں وہ متفرد ہیں۔ دوسرے تمام مورخین ”صاندی“ لکھتے ہیں۔ بنو صاند قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ تھے۔^(۵)

اوصاف

وہ عرب کے شہسواروں میں سے اور فرقہ شیعہ کے ممتاز افراد میں سے تھے۔^(۶)

(۱) تنقیح المقال، ج ۳ ص ۳۹ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۵۳

(۳) ناسخ التواریخ، ج ۶ ص ۳۱۴ (۴) البصار العین، ص ۶۹

(۵) تنقیح المقال، ج ۲ ص ۳۳۳ (۶) طبری، ج ۶ ص ۲۰۴

کی صورت میں تبدیل کر دیا تھا۔ ان کے منہ سے رنج کی وجہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔ مگر کیا کہنا امام کے اطمینان قلب کا۔ آپ نے فرمایا: ”کیوں میرے بھائی کے فرزندو روتے کیوں ہو؟ دیکھو تھوڑی دیر میں تمہیں خوشی ہی خوشی کے سامان مہیا ہوں گے۔“

دونوں نے عرض کیا: ”ہماری جان آپ پر قربان۔ ہم اپنے لئے تھوڑی روتے ہیں۔ ہمیں تو آپ کی بے کسی پر رونا آ رہا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے، اور ہم سے آپ کی حفاظت کا امکان نہیں رہا ہے۔“

حضرت نے فرمایا: ”خدا تم دونوں کو جزائے خیر دے اے میرے بھائی کے فرزندو! تمہارے اس صدمہ پر جو میری وجہ سے ہے اور اس ہمدردی پر جو تمہیں میرے ساتھ ہے خدا تمہیں بہترین جزا عطا فرمائے۔“^(۱)

حفظہ بن اسعد شامی کی شہادت کے بعد ان دونوں آدمیوں نے امام کو سلام رخصت کیا اور لڑکر شہید ہوئے۔^(۲)

ان کے غلام شیبیب کی شہادت کا ذکر ’حملہ اولیٰ‘ کے شہداء میں ہو چکا ہے۔^(۳)

(۷۷) مالک بن عبد بن سرلیج

ان کا ذکر ابھی ان کے چچا زاد بھائی اور ماں کے فرزند سیف بن حارث بن سرلیج کے حال میں ہو چکا ہے۔ یہ دونوں بھائی ساتھ ہی آئے ساتھ ہی امام سے رخصت ہوئے اور ساتھ ہی لڑکر شہید ہوئے۔

شیخ طوسی نے اپنے رجال میں اصحاب امام حسینؑ

(۱) طبری، ج ۶ ص ۲۵۳ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۵۴

(۳) کتاب ہذا، ص ۶۵-۶۴

ابو ثمامہ بھی مثل دوسرے اشخاص کے مخفی ہو گئے اور خفیہ طور پر کوفہ سے نکل کر نافع بن ہلال کے ساتھ روانہ ہوئے اور چونکہ امام مکہ معظمہ سے عراق کی طرف روانہ ہو چکے تھے، یہ لوگ راستے میں امام سے ملحق ہوئے۔^(۱)

وفاداری

عاشور کے قبل کسی رات کو عمر بن سعد نے امام کے پاس کثیر بن عبد اللہ شعبی کے ہاتھ پیغام بھیجا۔ یہ شخص انتہائی سخت دل اور جاہل سفاک تھا۔ اس نے پیغام لے جانے کے وقت ہی عمر بن سعد کے سامنے اپنی سختی و درشتی کا ان الفاظ میں اظہار کر دیا تھا کہ ”میں جانے کو تیار ہوں اور اگر آپ کہتے تو میں ان کو قتل ہی کر آؤں۔“ عمر سعد نے کہا: ”نہیں، یہ منظور نہیں ہے بس تم جا کر اتنا دریافت کر لو کہ آپ کس لئے آئے ہیں۔“ ابو ثمامہ نے جو اس کو آتے دیکھا امام سے عرض کیا کہ دیکھئے! آپ کے پاس ایسا شخص آ رہا ہے جو بدترین اہل زمین ہے۔ اور سب سے زیادہ خونریز اور سفاک ہے۔ یہ کہہ کر کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر کہنے لگے کہ اپنی تلوار یہیں رکھ دو۔

اس نے کہا: ”یہ ممکن نہیں ہے۔ میں تو پیغام لے کر آیا ہوں۔ اگر تم لوگ سننا پسند کرو گے تو میں پیغام پہنچا دوں گا۔ نہیں تو واپس جاؤں گا۔“ ابو ثمامہ نے کہا: ”اچھا میں تمہاری تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھے رہوں۔ پھر تم جو کہنا چاہتے ہو وہ کہو۔“ اس نے کہا: ”نہیں یہ بھی نہیں ہوگا۔ تمہیں میری تلوار کو چھونا تک نہیں مل سکتا۔“ ابو ثمامہ نے کہا: پھر میں وہاں تو نہیں جانے دوں گا۔ جو کچھ کہنا ہو مجھ ہی سے کہہ دو۔ میں اسے تمہاری جانب سے امام تک پہنچا دوں گا۔“ وہ اس پر بھی آمادہ نہیں ہوا اور آپس میں سخت

امیر المومنین کی صحبت سے شرفیاب ہوئے۔ اور حضرت کے ساتھ آپ کے زمانہ کی تمام لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے۔ آپ کے بعد امام حسنؑ کی صحبت اختیار کی اور حضرت کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے کے بعد وہ کوفہ ہی میں قیام پذیر رہے۔^(۱)

مسلم کی مدد

جناب مسلم بن عقیل امام کی طرف سے نمائندہ ہو کر کوفہ آئے تو ابو ثمامہ صاندی ان ممتاز افراد میں سے تھے جنہوں نے آپ کی گرجوشی کے ساتھ تائید کی۔ جناب مسلم نے ان کے ذمہ یہ خدمت سپرد کی تھی کہ وہ زراعت اپنے پاس جمع کریں اور اسلحہ جنگ کی خریداری کریں، اس لئے کہ وہ اس امر میں بڑی واقفیت رکھتے تھے۔ چنانچہ جب معقل غلام ابن زیاد نے فریب کاری سے جناب مسلم کی خدمت میں پہنچ کر جو کچھ رقم لایا تھا وہ پیش کی تو اسے جناب مسلم نے ابو ثمامہ ہی کے سپرد کیا جو کہ اس کام پر خصوصیت کے ساتھ معین تھے۔^(۲)

جب ہانی بن عروہ گرفتار ہوئے اور جناب مسلم حالت کے تقاضا سے مجبور ہو کر جنگ پر آمادہ ہوئے، جناب مسلم نے فوج کو مرتب کیا تو عبید اللہ بن عمرو بن عزیز کنذی کو کندہ و ربیعہ کے دستہ کا افسر کیا اور ان سے کہا کہ تم آگے آگے سواروں کی جماعت کے ساتھ جاؤ۔ مسلم بن عویجہ اسدی کو مذحج و اسد کا افسر کیا اور انہیں پیادوں میں جانے کا حکم دیا اور ابو ثمامہ صاندی کو تمیم و ہمدان کی افسری عطا کی۔^(۳)

خدمت امام میں حضوری

جس وقت جناب مسلم کی شہادت یقینی ہو گئی، تو

(۱) ابصار لعین، ص ۶۹

(۱) ابصار لعین، ص ۶۹ (۲) طبری، ج ۶ ص ۲۰۴ (۳) طبری، ج ۶ ص ۲۰۷

کلامی کی نوبت آئی اور وہ واپس چلا گیا۔ آخر دوسرا قاصد بھیجا گیا جس نے پیغام رسانی کے فرض کو انجام دیا۔^(۱)

یہ ابوشامہ کی محبت تھی امام کے ساتھ اور حضرت کی حفاظت کی فکر تھی۔

عورت اسلام کی روشنی میں

اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب قبلہ الہ آبادی

نقص نہ ملے گا۔

ان قوانین پر عمل پیرا ہونے کے بعد یہ ذمہ داری لی جاسکتی ہے کہ بغض و حسد کینہ و نفاق عداوت و عناد جن کی سر زمین پر ختم قتل و فساد و ظلم و غارتگری نشوونما پاتا ہے بذات خود پیدا ہی نہ ہوگا۔ اسی طرح زنا، سرقت وغیرہ کی روک تھام کے لئے ایک حد تک قانون موجود ہے مگر کوئی ایسا قانون نہیں جس کی رو سے خیال زنا و سرقت پیدا نہ ہو وہ داعیہ جو دعوت گناہ دیتا ہے عالم وجود ہی میں آنے نہ پائے۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین میں یہ مشترک اور نمایاں کمزوری اور ہے کہ اس میں اصول و فروع میں صریح تناقض اور بے ربطی پائی جاتی ہے۔ کلیات کچھ اور ہوتے ہیں اور عمل درآمد کے لئے جو جزئیات مقرر کئے جاتے ہیں ان کا مزاج کچھ اور ہوتا ہے۔ فکر و تعقل کے آسمان پر چڑھ کر ایک نظریہ پیش کر دیا جاتا ہے مگر جب عمل کرنے کا وقت آتا ہے۔ تو وہ عملی مسائل میں کچھ ایسا گم ہو جاتا ہے کہ اس کو خود اپنا بنایا ہوا اصول یا نہیں رہتا۔

نظر کی فتنہ گری

تاکہ عریانی و فواحش کے جراثیم ہی انسانی دل و دماغ کے اندر پیدا نہ ہونے پائیں جناب باری عز اسمہ سورہ نور میں فتنہ نظر کے خطرات سے ایمان والوں کو ہوشیار کرتا ہے ارشاد گرامی ہوتا ہے۔ (قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّونَ أَبْصَارَهُمْ وَ يَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ وَ قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ) نبی کریم کو حکم ہوتا ہے کہ ایمان داروں

زنا کا ایک خطرناک انجام

زنا کے متعلق اسلام ایک نفسیاتی قانون پیش کرتا ہے کہ اس کا رد عمل ضرور ہوتا ہے جو کسی کے گھر والوں سے زنا کرے گا اس کے گھر والوں سے بھی زنا ہوگی اگرچہ اس کی زندگی کے بعد ہو اور جو دوسروں کے گھر والوں کی طرف نظر عفت رکھے گا اس کے گھر والوں کی طرف بھی نظر عفت پڑے گی۔

زنا کی اور خاصیت یہ ہے کہ خوشحالی کو تنگدستی سے بدل دیتی ہے اور تو انگری کے عوض فقیری لاتی ہے۔ بہت سے گھرانوں کو دیکھنے سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ فسادات اور بد امنی کے دور میں اکثر ایسی ہی عورتوں کی بے حرمتی اور پردہ دری ہوتی ہے جن کے مردوں نے کبھی دوسروں کی عورتوں کے حجاب عزت کو چاک کیا ہے اور ان کی دیوار عصمت میں رخنہ اندازی کی ہے۔

کیا کسی سلکٹ کمیٹی کا بنایا ہوا دستور اور کیا کسی قانون ساز کا بنایا ہوا قانون اس کی گرفت کر سکتا ہے؟ نہیں کبھی نہیں۔ انسانی ساخت کے جتنے قانون ملیں گے ان میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ انسان فلاں جرم نہ کرے لیکن اس جرم کے مقدمات جن کا تعلق ظاہری ہاتھ پیر زبان و دہن سے نہ ہو بلکہ ان اعضاء سے ہو جن کے یہ ہاتھ پیر خادم و محکوم ہیں یعنی دل و دماغ تو اس کی روک تھام کے لئے کوئی انسانی ساخت کا قانون موجود نہیں ہاں منصوص من اللہ پیشوایان مذہب اور خصوصاً محمد عربی نے جو قوانین ہم کو بتلائے اور انھوں نے جو دستور دنیا کے سامنے پیش فرمایا اس میں البتہ ڈھونڈے سے یہ

شوہر، باپ، دادا، خسر، بیٹا، شوہر کا بیٹا (کسی اور زوجہ سے) بھائی بھتیجا، بھانجا، اپنی قسم کی عورتیں، اپنی کنیزیں، گھر کے وہ لوگ جو قیام و طعام کی سہولت کے لئے ساتھ لگے ہوئے ہیں انہیں کچھ اور مطلب نہیں عقل میں فتور ہے فاقد الادراک ہیں مرد صورت ضرور ہیں مگر عورتوں سے سروکار نہیں۔ وہ کمسن لڑکے جو عورتوں کے پردے کی بات نہیں سمجھتے۔ بس ان کے علاوہ اور سب سے پردہ ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ بھائی، بھتیجا، بھانجا، خسر حقیقی ہوں یہ نہیں کہ جن کو بھی ان الفاظ سے یاد کیا جائے اور عرف میں بھائی، بھتیجا، بھانجا، خسر کہا جائے بس ان کے سامنے ہو سکتے ہیں۔

آواز کی فتنہ گری

چوتھی ہدایت جو کہ انتہائی احتیاطی تدبیر ہے یہ کی جاتی ہے کہ (وَلَا يَضُرُّنَّ بَارَ جِلْهَنَ لِيُغْلَمَ مَا يَخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ) چلنے میں اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ رکھیں کہ لوگوں کو جھکار سنائی دے اور پوشیدہ آرائشوں کی اطلاع ہو جائے یہ ہدایت فتنہ آواز سے محفوظ رکھنے کی غرض سے کی گئی۔ بسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے مگر دوسری حرکتوں سے سامعہ پر اثر اندازی ہوتی ہے کیونکہ نیت خراب ہے قانون الہی اس کی گرفت کرتا ہے اور اپنے بندوں کو ہوشیار و متنبہ کرتا ہے کہ یہ یہی ایک بد انجام فتنہ ہے۔

ان تمام ہدایات کی غرض یہ ہے کہ گناہ کی طرف دعوت دینے والا عنصر دل و دماغ میں پیدا ہی نہ ہونے پائے۔ جب گناہ کے مقدمات ہی دائرہ عمل میں نہ آئیں گے تو اصل نافرمانی کا صدور کیونکر ہوگا۔

زبان کی فتنہ گری

کی طرف یوں اشارہ کیا جاتا ہے کہ سورہ احزاب میں اس کے متعلق ارشاد ہوتا ہے (اِنَّ التَّقِيْنَ فَلَا تَخْصَعْنَ

سے کہہ دو کہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہی ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے اور لوگ جو کچھ کرتے ہیں خدا اس سے خوب واقف ہے۔ یعنی دنیوی حاکم توفیقہ نظر کو پکڑ نہ سکے مگر خالق سے یہ باتیں نہیں چھپتیں۔

اس کے بعد اس طرح کی پابندی مومنات پر بھی عائد کی جاتی ہے کہ وہ بھی نظریں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی نگرانی کریں۔

اس کے بعد اور مزید احتیاطی تدبیریں عمل میں لائی جاتی ہیں کیونکہ قدرت مزاج انسانی سے خوب واقف ہے کہ اور مواقع عصیاں پر چاہے وہ اپنے نفس کو روک لے مگر یہ وہ منزل ہے جہاں پاؤں پھسل ہی جاتا ہے یہاں کمیت نفس کو بھرپور طاقت سے قابو میں رکھنے کی ضرورت ہے چنانچہ اسی ارشاد کے ضمن میں کچھ اور ہدایتیں کی جاتی ہیں پہلی ہدایت تو یہ کہ (اَلَا يَبْدِيْنَ زَيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا) اپنے بناؤ سنگار کے مقامات کو کسی پر ظاہر نہ کریں۔ مگر جو خود بخود ظاہر ہو چھپ نہ سکتا ہو۔

دوسری ہدایت یہ کی گئی کہ (وَلِيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوْبِهِنَّ) اپنی اوڑھنیوں کو گھونگھٹ مار کے اپنے سینوں پر ڈالے رہیں تاکہ چہرہ نظر نہ آئے کیونکہ یہ بھی ارتکاب فواحش کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ تیسری ہدایت یہ کی گئی کہ (وَلَا يَبْدِيْنَ زَيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَاءِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي اَخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنَاتِ اَخْوَانِهِنَّ اَوْ نِسَاءِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولَى الْاَرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاءِ) یعنی ان کو اپنا بناؤ سنگار کسی پر ظاہر کرنے کا حق نہیں سوا مندرجہ ذیل فہرست کے کہ ان پر تو وہ اپنی زیب و زینت ظاہر کر سکتی ہیں وہ لوگ جو مستثنیٰ ہیں یہ ہیں۔

گہوارہ ہیں ہم نے عالم کو درس آدمیت دیا ہم نے اقوام عالم کو کھانا پینا، رہنا سہنا سکھایا مگر غور کرنے کے بعد اور تعصب کی عینک کو اتار کر دیکھنے کے بعد نہایت آسانی سے یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ لباس و ستر کے باب میں اسلام نے انسانی شرم و حیاء کی جس قدر صحیح اور مکمل نفسیاتی ترجمانی کی ہے اس کا جواب دنیا کی کسی تہذیب میں نہیں پایا جاتا ہے۔

قانون اسلام مرد و عورت دونوں کو اپنے جسم کے ان حصوں کے چھپانے کا قطعی حکم دیتا ہے جن میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پائی جاتی ہے اور جن کے بے نقاب رہنے میں جذبات کی دنیا میں بد امنی کا گمان غالب ہے۔ (ملعون من نظر الی سؤۃ اخیه) جو اپنے برادر کی شرمگاہ کی طرف نظر کرے ملعون ہے برادر سے برادر حقیقی نہیں بلکہ برادر ایمانی مراد ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے (لا ينظر الرجل الى عورة الرجل ولا المرأة الى عورة المرأة) مردوں کو مردوں کی شرمگاہ دیکھنا اور عورتوں کو عورتوں کی شرمگاہ دیکھنا جائز نہیں اور جب ہم صنف میں یہ جائز نہیں تو غیر صنف میں کب جائز ہوگا۔

مخصوص مباشرت کے وقت بھی بالکل برہنگی بنظر استحسان نہیں دیکھی گئی اور کچھ ملبوس رہنے کا حکم دیا گیا اور ہمہ تن برہنگی کی گدھوں سے تمثیل دی گئی۔

تنہائی میں بھی برہنہ رہنا خلاف تہذیب و مروت قرار دیا گیا ایک بار جناب رسول خدا ایک چراگاہ میں تشریف لے گئے وہاں جا کر دیکھا کہ اونٹ چر رہے ہیں جو کہ زکوٰۃ کے ہیں اور ان کا چرواہا جنگل میں ہمہ تن برہنہ لیٹا ہوا ہے آپ نے اسی وقت اس کو برطرف کر دیا اور فرمایا کہ بے حیا ہمارا کارندہ نہیں رہ سکتا۔



بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَ قُلْنَا قَوْلًا مَّعْرُوفًا) اگر تم کو پرہیزگاری منظور ہے تو اجنبی آدمی سے بات کرنے میں نرم نرم لگی لپٹی بات نہ کرو تا کہ جس کے دل میں شہوت زنا کا مرض ہے وہ کچھ اور آرزو نہ کرے اور صاف صاف بعنوان شائستہ بات کیا کرو نہ اس طرح کہ کوئی تم سے کچھ امیدیں وابستہ کر لے۔ عورت اور مرد دونوں کو اس سے منع کیا گیا ہے کہ اپنے پوشیدہ ازدواجی معاملات کو لوگوں سے بیان کریں کیونکہ اس سے شوق پیدا ہوتا ہے۔ فحش کی اشاعت ہوتی ہے۔

خوشبو کی فتنہ گری

خوشبو ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک گنہگار نفس کا پیغام دوسرے گنہگار نفس تک پہنچاتی ہے اس فتنہ کو حقیر نہ جانئے یہ خبر رسانی اور خواہشات کی براہیختگی کا سب سے لطیف ذریعہ ہے دوسرے لوگ اس کو معمولی خیال کریں مگر اسلامی غیرت اتنی حساس ہے کہ اس کی طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی گراں ہے۔ قانون اسلام کی مسلمان عورت کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ خوشبو میں بے ہوئے کپڑے پہن کر راستے سے گزرے یا محفلوں میں شرکت کرے۔

لباس کے متعلق اسلامی نظریہ

اسلامی نظریہ یہ ہے کہ لباس ستر کی ضرورت کو پورا کرنے کی غرض سے ہے زینت ایک زائد چیز ہے یہ کوئی اہم غرض نہیں ہے لیکن جدید معاشرت یہ بتاتی ہے کہ لباس زینت و آرائش کی غرض کو پورا کرنے کے لئے اختیار کیا گیا ہے ان کے نزدیک ستر کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے اسی لئے زینت کے کچھ عریانی میں کوئی مضائقہ نہیں مردوں اور عورتوں کو جسم کا کوئی حصہ کھول دینے میں کچھ باک نہیں یہ دنیا کی مہذب ترین قوموں کا حال ہے جن کا خیال ہے کہ ہم تہذیب و ثقافت کا

مرثیہ در حال حضرت حُر علیہ السلام (بند ۲۵۶)

سنہ تصنیف: ۲۹/ رجب المرجب ۱۳۴۲ھ

دعبل ہند نواب مولانا سید فرزند حسین ذاکر اجتہادی

(۱)

ولا پہ اہلِ ولا ہے معاملہ دل کا
قدم سنبھال لو نازک ہے مرحلہ دل کا
کرے گا دردِ جگر اُٹھ کے فیصلہ دل کا
رگوں کو توڑ کے نکلے گا دلولہ دل کا

خبر کسے ہے کہ حالت فنا سے کیا ہوگی
جو ابتدائے اجل ہے وہ انتہا ہوگی

(۲)

نہیں ہے سہلِ محبت کی آرزو کرنا
بسانِ نقشِ مٹا دے گا جستجو کرنا
زبانِ حضرتِ موسیٰ سے گفتگو کرنا
ہے زخمِ دل کا رگِ برق سے رفو کرنا

سفینہ قلزمِ غش نے ڈبو دیا ہوتا
جمالِ حسن نے دنیا سے کھو دیا ہوتا

(۳)

جگر کے درد پہ چپ رہنا ہے یہ کون سی بات
جہاں سمجھتا ہے بیتاب ہو کے کٹ گئی رات
ہیں مرنے والوں کے عالم میں کچھ عجیب صفات
خفا کوئی تو قضا ہے، جو خوش کوئی تو حیات

بڑھے جو حد سے جسارت نہیں کبھی اتنی
ہے اہلِ عشق و محبت کی زندگی اتنی

(۴)

یہ حکمِ حسن کہ زندہ زمیں میں گڑ کے مریں
مریضِ ہجر نہ بستر پہ اپنے پڑ کے مریں
وہ خوش نصیب ہیں جو دل پکڑ پکڑ کے مریں
ملے تو چین اگر ایڑیاں رگڑ کے مریں

مزاجِ دوست کا نازک کچھ ایسا عالم ہے
رضا اگر ہے تو جنت، نہیں جہنم ہے

(۵)

لہو کی بوندِ رگِ جاں سے گریاں ہوگی
مشابہِ خون سے سرخیِ آسماں ہوگی
بتا سکے گی نہ ایذا کہ چپ زباں ہوگی
کہے یہ کون کہ راحت ہمیں کہاں ہوگی

اگر کرے تو کرے دوست فیصلہ دل کا
کہ اپنے بس میں نہیں ہے معاملہ دل کا

(۶)

فدا ہوئی ہے اگر مرضیِ حبیب پہ جاں
تمام مشکلیں دنیا کی پھر تو ہیں آساں
ہر ایک دل میں بنائے گا گھر اُجڑ کے مکاں
وہ کیا بتائیں گے دشمن اگر ہوں اہلِ جہاں

یہ نقش وہ ہے جو عالم مٹا نہیں سکتا
چراغ، مہر کی ضو کو دکھا نہیں سکتا

(۷)

---؟ جو نہ دشمن نے راہ بر جانا
مگر برا ہے کسی کو تباہ کر جانا
حال ہے دلِ عالم سے یہ اثر جانا
عجیب چیز ہے مظلوم ہو کے مر جانا
حق اس میں ان کا ہے گراہل خیر روتے ہیں
ستمگروں کی جفاؤں پہ غیر روتے ہیں

(۸)

تمام سلطنتوں کا ہے اس پہ دار و مدار
یہ عدل تخت نشینی میں لیتا ہے اقرار
چنوں وہ خار چمن سے جو ہوں عدوئے بہار
ستم گروں کو جہاں کے نہ دو اماں زہار
چھری جو پاؤ تو رکوا دو ہاتھ ظالم کا
نہیں پسند کسی دل کو ساتھ ظالم کا

(۹)

اثر دے کیوں نہ دمِ مدعا لہو بہنا
ذرا نہیں ہے پسندِ خدا لہو بہنا
زمینِ گرم پہ وقتِ وغا لہو بہنا
فلک ہلاتا ہے مظلوم کا لہو بہنا
کبھی نہیں، کبھی مہلت ہر اک کو دیتا ہے
ستمگروں سے خدا انتقام لیتا ہے

(۱۰)

جو چاہتا ہے حدِ جرم سے گذر جانا
صدائے عدل ہے ظلم اپنا بے خبر جانا
نہ سمجھا تو کدھر آنا ہے اور کدھر جانا
نہیں زمانے میں آساں لہو مکر جانا
بدل سکے گا نہ اللہ کی عدالت کو
مٹا سکے گا نہ تو صاحبانِ الفت کو

(۱۱)

تم اہلِ عشق و محبت نہ کوئی غم کرنا
نثارِ وعدہ طفلی پہ اپنا دم کرنا
نہ فکر سر نہ خیالِ رہِ عدم کرنا
فنا کا دھیان نہ کچھ دل میں بیش و کم کرنا
تمام خلق مصیبت میں سینہ زن ہوگی
زمانہ روئے گا مجبور گر بہن ہوگی

(۱۲)

رضائے حق کی مہم دے کے جان سر کرنا
دلِ زمانہ میں اک روز مٹ کے گھر کرنا
اُکھڑنے والی ہر اک سانس پر اثر کرنا
جگر کو کر کے لہو درد کی خبر کرنا
ضیائے رخ جو تہہ خوں ہے بدر بھی ہوگی
قضا جب آئے تو دشمن کو قدر بھی ہوگی

(۱۳)

تمہاری موت نہ تم کو کبھی ضرر دے گی
ستمگروں سے پر اظہارِ ظلم کر دے گی
جنا جب ان کے کئے کی انہیں خبر دے گی
لہو کو دیکھ کے شرمندگی اثر دے گی
غریب و بیکس و صابر جو پائے گا تم کو
شہید کر کے زمانہ چھپائے گا تم کو

(۱۴)

دلوں کی افستیں راحت پسِ فنا دیں گی
ستانے والوں کی ایذایں گر ستا دیں گی
جہاں میں قسمتیں مٹ کر اثر دکھا دیں گی
نکل کے صدر سے روئیں حجاب اٹھا دیں گی
ستم کے بعد زمانہ اماں کو ترسے گا
چھری گلوں پہ چلے گی تو خون برسے گا

(۱۵)

کسی حبیب کا تم تک گذر نہیں نہ سہی
تمہارے غم پہ جہاں کی نظر نہیں نہ سہی
مالِ شدتِ دردِ جگر نہیں نہ سہی
تمہاری آج قضا کا اثر نہیں نہ سہی
تمہارے خون سے دشمن جو ہاتھ دھوئیں گے
تمہیں نہیں تو مقدر کو اپنے روئیں گے

(۱۶)

یہ وہ نہیں ہے مصیبت جو دل کوئی ٹالے
رُلائیں گے وہ عدو کو جو زخم ہیں آلے
چراغِ قبر کو ہنس ہنس کے دیکھنے والے
بتائیں گے کہ ہیں در پردہ قلب میں چھالے
سفینہ آنسوؤں کا انقلاب میں ہوگا
یہ غم وہ ہے جو ہنسی کے حجاب میں ہوگا

(۱۷)

نہ تم رہو گے نہ ہر صاحبِ جفا باقی
تھی جس سے دل کو وہ رہ جائے گی ولا باقی
نہ خوں رہے گا تو رہ جائے گی وہ جا باقی
ہر اک زباں پہ رہے گا یہ تذکرا باقی
فنا کے بعد زمانہ نہ پائے گا تم کو
ہر ایک دستِ تأسف بتائے گا تم کو

(۱۸)

وہ کر گئے کہ نہ عالم کے دل سے غم نکلا
ذرا سا بھی نہ حد صبر سے قدم نکلا
جو پوچھئے تو وفادار تم سا کم نکلا
نشانِ زمیں کے کہیں گے یہیں پہ دم نکلا
کسی غریب کا دامن پکڑ پکڑ کے مرے
جوانِ تازہ جو تھے ایڑیاں رگڑ کے مرے

(۱۹)

وطن سے دور اگر آئے گی قضا تم کو
خدا کی ذات سے ہے مر کے آسرا تم کو
اثر دکھائے گی کیا کیا نہ یہ ولا تم کو
کہ چھپ کے روئے گا ہر صاحبِ جفا تم کو
سفینہ دل کا یَمِ اشکِ غم ڈبوئے گا
کسی محل میں تلاطم کبھی تو ہوئے گا

(۲۰)

نہیں سہی نہ رہے گا جو کارواں باقی
جفا تو ہے جو نہیں مرگِ ناگہاں باقی
گلوں کی دے گی خبر ہے اگر خزاں باقی
نہ تم رہو گے تو رہ جائے گا نشاں باقی
بہارِ باغ نہ جنگل میں آئے گی کب تک
لہو کو چشمِ زمانہ چھپائے گی کب تک

(۲۱)

نہ کرنے پائیں گے دشمن تمہارا کوئی ضرر
تمہارے قتل کی کب تک چھپی رہے گی خبر
تمہیں بتائے گی غربت کی شام ہو کہ سحر
اندھیری رات کے دامن میں تم رہو گے اگر
ہوا کے جھونکوں سے اڑاؤ کے آئیں گے برسوں
چراغ، قبر پہ ذرے جلائیں گے برسوں

(۲۲)

کریں گے لاکھوں تدابیرِ ظلم کے بانی
مگر خدا کے تفضل سے ہوگی حیرانی
گر آبِ بحر کو لائیں گے دشمنِ جانی
سر اپنا قبر پہ پٹکے گا نہر کا پانی
قدم نہ حد سے زیادہ بڑھائیں گے اپنا
حبابِ قبر پہ گنبد چڑھائیں گے اپنا

(۲۳)

جہاں کبھی تو غریبوں سے باخبر ہوگا
کبھی تو موت کا پردیس کی اثر ہوگا
کبھی تو اہل وطن کا ادھر گزر ہوگا
مجاوروں کا یہ جنگل کبھی تو گھر ہوگا
کہاں تک اڑتی ہوئی خاک ہم نشیں ہوگی
کبھی تو خلق میں آباد یہ زمیں ہوگی

(۲۴)

جو دل میں تھے وہ ارادے کیئے خدا نے تمام
کل آٹھ روز کیا تھا مسافروں نے قیام
اُجاڑ بن کی پر آشوب تھی سحر ہو کہ شام
ہے آج دید کے قابل وہی خراب مقام
دلوں کے آئینوں سے محو، شکل زشت ہوئی
کیا وہ کیا کہ جو بیٹھی زمیں بہشت ہوئی

(۲۵)

ہوا جہاں پہ نہ چلتی تھی خوف کے مارے
تمام کرتے تھے راہوں کو ہٹ کے سیارے
لہو نے بہہ کے وہ کانٹے چھپا لئے سارے
اُسی زمین کے ذرے بنا دیئے تارے
ولا کا تھا جو نہاں وہ اثر دکھا کے چھپے
زمینِ نحس کو خاکِ شفا بنا کے چھپے

مطلع ثانی (۲۶)

سحر دہم کی نمایاں جو کربلا میں ہوئی
پئے نبرد کمر بندی اشقیا میں ہوئی
ادھر عیاں سبقت لشکر جفا میں ہوئی
یہ دھوم ادھر سپہ سبطِ مصطفیٰ میں ہوئی
وغا سے زیر و زبر فوجِ شام ہو مولّا
کریں جہاد جو حجت تمام ہو مولّا

(۲۷)

یہ سن کے شہ نے ہر اک سے بڑھا دیا رہوار
قریب فوج جو پہنچے امامِ عرش وقار
صدا یہ دی ہے کدھر ابنِ سعدِ ناہنجار
مسافروں سے بتا کچھ ہے کیا تجھے سروکار
ارادے دل میں جو ہیں طیّٰی رہگذر کے ہیں
نہ سلطنت کے ہیں خواہاں نہ مال و زر کے ہیں

(۲۸)

ہے کیا خدا کی زمینوں پر اختیار ترا
ارے یہ کرتا ہے کیوں بے سبب کسی سے وغا
جہاں میں تجھ کو تعرض مسافروں سے ہے کیا
نہ ہو پسند تو ہم چھوڑ دیں یہاں کی بھی جا
یہی لجا میں سمندوں کی اپنی موڑ دیں ہم
جو تو کہے یہ عراقِ عرب کو چھوڑ دیں ہم

(۲۹)

خدا کے حکم سے یہ فرض ہے بشر کے لئے
نہ مستعد کوئی دل خود سے ہو ضرر کے لئے
قیام شاق مرا ہو جو اہل شر کے لئے
زمین یمن کی ہے کافی مرے بسر کے لئے
جھکا کرے گا یہ سر ہر نماز کی جانب
نہ رخ کروں گا عراق و حجاز کی جانب

(۳۱)

وہ خط لکھے نہ جنہوں نے ذرا اثر چھوڑا
جو تم سبھوں نے بلایا تو اپنا گھر چھوڑا
ادھر فریب کو تم نے نہ اہل شر چھوڑا
بہ جبر میں نے مزارِ نبیٰ ادھر چھوڑا
جو تھا خطوں میں وہ اصرار یاد تھا مجھ کو
نہ آتا گر تو خیالِ فساد تھا مجھ کو

(۳۲)

مگر بلا کے یہ کی تم نے کیسی مہمانی
کہ ساتویں سے ہوا بند بے خطا پانی
اور آج لڑنے پہ مائل ہیں ظلم کے بانی
وہ کیا سبب ہے کیا جس نے دشمن جانی
کلامِ پاک میں حکمِ خدا دکھا دو مجھے
جہاں لکھا ہو مرا قتل وہ بتا دو مجھے

(۳۳)

خطا ہو گر تو مرے خوں سے ہاتھ لال کرو
غریبِ دل کی تمنا نہ پائمال کرو
نہ بے محل کسی مظلوم سے ملال کرو
کہاں یزید کہاں میں تمہیں خیال کرو
ہے عزت آج شہِ مشرقین کی کیسی
شرابِ خوار سے بیعت حسین کی کیسی

(۳۴)

یہ کہہ رہے تھے ابھی فوجِ شام سے شہِ دیں
جو بڑھ کے صف سے پکارا یہ ابنِ سعدِ لعین
نہ بیعت آپ کریں گے تو پھر امان نہیں
وغا کرے گا ضرور آج شہ سے لشکرِ کین
حضور حق پہ ہیں بیکار ڈرِ فساد کا ہے
ہوں قتل آپ یہ فرمان ابنِ زیاد کا ہے

(۳۵)

کلامِ مکر نہاں کر سکا نہ غمازی
عیاں ہوئی پسرِ سعد کی دغا بازی
سپاہِ شاہ میں بے چین ادھر ہوئے تازی
پکڑ کے تیغوں کے قبضے بپھر گئے غازی
زمانہ خوں جو کرے اُس نگاہ کو روکا
امامِ عصر نے مڑ کر سپاہ کو روکا

(۳۶)

ادھر ہر ایک کو سمجھا کے لے گئے شہِ دیں
ادھر ہوا حرّ غازی سپہ سے چیں بجیں
یہ فکرِ دل نے تصور کو وسعتیں دے دیں
کہا یہ مڑ کے جہنم میں میں گرا تو نہیں
تپش ہے قلب کی پہلو میں یا سلگ گئی آگ
بجھائے کون کہ دامن میں بڑھ کے لگ گئی آگ

(۳۷)

جو دیتے نفع وہ پہلو نہ رات بھر نکلے
مری خطا کے جو مخفی تھے وہ ضرر نکلے
جو دیکھتا تھا اُسی آگ کے اثر نکلے
تڑپ کے دل نے وہ کی آہ، وہ شر نکلے
فنا نہ جل کے کہیں ہوں سنبھالیے مجھ کو
حسین جھک کے سقر سے نکالیں مجھ کو

(۳۸)

کئے نظر نے تصور جو رات بھر پیدا
نہ وہ مٹائے مٹے جو ہوئے ضرر پیدا
یہ شب وہ تھی کہ ہوئی حشر کی سحر پیدا
سقر کے ڈر نے یہاں تک کیا اثر پیدا
لرز رہا ہوں تو دل میں سکوں کا نام نہیں
کہ اک جگہ پہ کسی عضو کا قیام نہیں

(۳۹)

میں فتح یاب کب اپنے فتور پر ہوں گا
بکل اگر ہوں تو نازاں قصور پر ہوں گا
سقر جلائے گا گر شہ سے دور پر ہوں گا
فدا ضرور میں پائے حضور پر ہوں گا
گنہ سے اپنے یہ حرّ شرمسار ہے مولّا
معاف ہوں کہ نہیں اختیار ہے مولّا

(۴۰)

یہ ابتدا میں مرا قصد لا کلام نہ تھا
پر اب سپاہ مخالف سے کوئی کام نہ تھا
غلامِ شہ تھا مطیعِ امیرِ شام نہ تھا
عبثِ عبث مرا اس فوج میں قیام نہ تھا
کسی کی تو شہِ مظلوم پر نظر ہوگی
میں صلح جان رہا تھا دمِ سحر ہوگی

(۴۱)

یہ فکر کرتے ہوئے آئے ابنِ سعد کے پاس
کہا لڑے گا شہِ دیں سے کیا تو بے وسواس
نہیں ہے تجھ کو مسلمان ہو کے کوئی ہراس
اماں نہ پائیں گے کیا رن میں شہِ نیکِ اساس
خیالِ قلب کو سچ سچ بتا خدا کے لئے
کھینچیں ہیں تیغیں جگر بندِ مصطفیٰ کے لئے

(۴۲)

جنابِ حرّ سے بنِ سعد نے یہ سن کے کہا
لڑے گی شہ سے ضرور آج رن میں فوجِ جفا
وہ جنگ جس کا نہ تا حشر مثل ہو پیدا
وفا وہ سخت ہے آساں یہ مرحلہ جس کا
لہو کی بوندیں ہر اک تیغ سے فضا میں اڑیں
یہ قصد رکھتا ہوں ہاتھ اور سر ہوا میں اڑیں

(۴۳)

جو دل میں عزم کئے تھا لعین وہ کر گذرا
یہ فکر وہ تھی جو کونہ سے لے کے آیا تھا
ذرا بھی کی نہ دل و جانِ فاطمہ سے وفا
وہیں تک آئے جو سوچے تھا انتہائے وفا
نہ خیریت کوئی سلطانِ مشرقین کی تھی
خبر ابھی سے یہ پامالیِ حسین کی تھی

(۴۴)

یہ سن کے حرّ نے ستمگر سے پھر کیا یہ بیاں
کرے گا صلح نہ کیا شہِ دیں سے تا امکاں
کہا کہ میں تو ہوں راضی اس امر پر ہاں ہاں
ہے پر حسین کا ابنِ زیاد دشمنِ جاں
پسند موت اسے شہِ بے نظیر کی ہے
میں کیا کروں یہ تعدی ترے امیر کی ہے

(۴۵)

لعین سے حرّ کو سکوں بخش جب ملا نہ جواب
عمیاں نہ ہونے دیا دل میں جو بھرا تھا عتاب
پسند تھے جو نہ عاداتِ فوج خانہ خراب
بتائی قلب نے بیتاب ہو کے راہِ صواب
کیا جو ضبط تو غم نے جگر کو توڑ دیا
فرس کو اپنے رسالے کی سمت موڑ دیا

(۴۶)

تھا راستے ہی میں غازی کا اسپ تیز خرام
جو راہ میں ہوئے قرۃ سے اور یہ حرّ سے کلام
کہاں سے موڑی ہے اپنے فرس کی تونے لجام
کیا بھی یا نہیں دریا پہ تھوڑی دیر قیام
جو ہوگا سرد وہ پانی بتا دیا کہ نہیں
فرس کو نہر سے سیراب بھی کیا کہ نہیں

(۴۷)

سوالِ حرّ کا فقط اس قدر نتیجہ تھا
خیالِ دل میں ستمگر کچھ اس کا بھی آیا
جو تین روز سے بچوں سمیت ہے پیاسا
نہ کی حسین کو بلوا کے کوفیوں نے وفا
ملے کسی کو نہ ہنگامِ مدعا پانی؟
فرس پیس، نہ پئے جانِ مصطفیٰ پانی؟

(۴۸)

یہ کہہ کے قرۃ سے چھیڑا پھر اس پر تیز خرام
 قریب تھا ہی کہ آ پہنچا وہ مطیعِ امام
 کہا کہو کہ ہے کیا حسرتِ دلِ ناکام
 مرے شریک ہو یا ہو شریکِ لشکرِ شام
 نہ ہوگا مجھ سے جو نیکس کو پائمال کروں
 پلائے جو مجھے پانی اسے حلال کروں

(۴۹)

جہاں سے اٹھ گیا انصاف، کیا گلہ اس کا
 ارادہ جلد کہو اپنا، ہو نہ دیر ذرا
 کہا وہ عزم، جو مصعب بن یزید کا تھا
 کہ میں نہ جاؤں گا نزدِ امام ہر دو سرا
 کسی پہ کھلنے نہ پائے گی کیفیتِ میری
 میں ساتھ دوں یہ نہیں اس میں مصلحتِ میری

(۵۰)

یہ سن کے بھائی سے مڑ کر پسر کو دی آواز
 بتا پدر سے جو مخفی ہو تیرے قلب کا راز
 تو خم کرے گا درِ شاہ پر جبینِ ناز
 رہے گا یا تو چچا پاس ہو جو جنگ آغاز
 حسینِ ذبح ہوں اس کا ملال ہے بیٹا
 جو کچھ ہے مجھ کو وہ اپنا خیال ہے بیٹا

(۵۱)

پسر نے باپ سے جس دم سنی یہ حالتِ زار
 یہ عرض کی کہ میں ہوں دل سے چلنے پر تیار
 مجھے یزید کی فوجوں سے کچھ نہیں سروکار
 کہا یہ حڑ نے کہ پھر دیر کیوں کرو میں نثار
 مجھے نہ ہو کہیں شرمندگیِ پیمبرؐ سے
 برسنے والے ہیں پیاسے پہ تیر لشکر سے

(۵۲)

ہے اس لئے مجھے جلدی پہ بار بار اصرار
 مری قضا میں نہ تاخیر ہو دمِ پیکار
 یہ کہہ کے لے چلا بیٹے کو ساتھ وہ دیندار
 جو راہ میں یہ مہاجر نے ہنس کے کی گفتار
 حُرّ دلیرِ معین سپاہِ شر ہوگا
 میں جانتا ہوں کہ دشمن پہ حملہ ور ہوگا

(۵۳)

سنے جو حُرّ نے مہاجر سے بے محل یہ کلام
 لرز گیا یہ بیاں سنتے ہی وہ نیک انجام
 عجب ہے کیا کہ جو دشمن کی لفظ کا الزام
 ہوا ہو حُرّ کے لئے وجہِ جنبشِ اندام
 امامِ عصرؑ سے بالکل قریب تھا غازی
 یہ سنتا کیا کہ سعادت نصیب تھا غازی

(۵۴)

یہ وجہ تھی کہ جو جنبش میں تھے تمام اعضا
 برائے اہلِ قرابتِ نبیؐ نے تو یہ کہا
 کرے نہ ترک عزیزوں سے میرے کوئی ولا
 نہیں ہے ان کے عدو کی جگہ سقر کے سوا
 یزیدِ نحس کی الفت میں یہ ارادہ ہو
 خدا کی شان کہ دشمن رسولؐ زادہ ہو

(۵۵)

عمیاں مہاجر و حُرّ سے ہوئے یگانہ و غیر
 مکینِ کعبہ کوئی ہے تو کوئی ساکنِ دیر
 کوئی ہے شرک کا عادی، کوئی ہے سالکِ خیر
 ابھی تھے ایک، مگر اب ہے اک سے ایک کو بیر
 جری سے فرقِ لعینوں کے رسم و راہ میں تھا
 سقرِ نبیؐ کا بتایا ہوا نگاہ میں تھا

(۵۶)

خود اس کا آپ ہے قاتل مہاجر مکار
کہ حرّ کے شانوں کو ہوتی تھیں جنبشیں ہر بار
تمام گوشت تھا شانے کا دستِ رعشہ دار
یہ رنگ میں نے جو دیکھا تو یہ کیا اظہار
بہت زیادہ پریشان کئے ہے غم تم کو
حرّ! آج سہا ہوا دیکھتے ہیں ہم تم کو

(۵۷)

جو کرتا آج سے پہلے کوئی یہ مجھ سے سوال
کہ کون اشج کوفہ ہے، کہہ تو اپنا خیال
جہاں میں دامنِ جرأت ہے کس سے مالا مال
بتا کے تم کو، میں کہتا نہیں ہے ان کی مثال
جو خود شجاع ہیں وہ بھی دلیر کہتے ہیں
انہیں عراق کے پیشے کا شیر کہتے ہیں

(۵۸)

کہا یہ حرّ نے کہ ہاں تھا کبھی دلیر پر اب
وہ کیا بتاؤں جو ہے قلبِ مضطرب پہ تعب
عجب طرح سے بسر میں نے کی ہے آج کی شب
کبھی غضب میں گھرا تھا، کبھی تھی رحمت رب
کبھی نظر تھی یہاں، اور کبھی وہاں میری
جگہ تھی دوزخ و جنت کے درمیاں میری

(۵۹)

اُسی طرح سے ابھی تک ہے حالتِ دلِ زار
جناں ہو یا ہو جہنم میں لوں گا آخر کار
مگر یہ سن لے مہاجر تو آخری گفتار
نہ اپنا چاہیں گے نقصاں جو ہیں بشر ہشیار
ضد اس میں دل کو یہ اب ہے کہ امرِ خیر کروں
شہید ہو کے بہشتِ بریں کی سیر کروں

(۶۰)

بشر الگ نہ چلے سرِ نوشت کے ہوتے
نہ مانا جاتا جو کعبہ کنشت کے ہوتے
تو فیصلے نہ ذرا بختِ زشت کے ہوتے
کبھی نہ لوں گا جہنم، بہشت کے ہوتے
جہاں چلا ہوں وہیں وقتِ مدعا جاؤں
ہوں ٹکڑے جسم کہ زندہ جلا دیا جاؤں

(۶۱)

یہ کہہ کے سمتِ شہ دیں بڑھا دیا رہوار
خدا سے کہتے چلے یہ بہ دیدہ خوں بار
قبول کر مری توبہ کو اے مرے غفار
کہ تیری ذات پر اس عبد کا ہے دار و مدار
وہ کون دل ہے جو تجھ سے امیدوار نہیں
کریم مجھ سا جہاں میں گناہگار نہیں

(۶۲)

مرے رحیم یہ کیسا غضب کیا میں نے
کہ خوفِ تیرے ولی کو دلا دیا میں نے
کیا حسینؑ کو مرعوب بے خطا میں نے
پسر سے تیرے پیہر کے کی وفا میں نے
چپے نبیؐ مرے نالوں میں دے اثر یا رب
سرِ ندامتِ عاصی پہ رحم کر یا رب

(۶۳)

ہوں یہ ہے کہ ترا آستان ہو اور یہ جبیں
وہاں نہ بھیجنا مجرم جہاں ہوں تیرے مکیں
وہ آگ جس کی حرارت کا کوئی مثل نہیں
جو تو خفا ہو تو ممکن نہیں پناہ کہیں
نہ مجھ پہ کرنا عذابِ الیم اے مالک
نہیں میں قابلِ نارِ جہیم اے مالک

(۶۳)

ارے وہ قہر کی چنگاریاں وہ نار سقر
وہ بطن جس میں سائیں تمام جن و بشر
کرے جو گر کے قتل ہے کون سا وہ جگر
وہ شعلے جس میں ہوں کونین جل کے خاکستر

فرشتگانِ غضب کی ہے آزمائی ہوئی
وہ آگ جو ترے غصہ کی ہے جلائی ہوئی

(۶۵)

وہ ہول خیز جگہ، ہولناک وہ منظر
کہ تیرا علم سمجھتا ہے حدِ طولِ سقر
قدِ جبال سے شعلہ کوئی نہیں کم تر
سیاہ آندھیاں چلتی ہیں اُڑتے ہیں جو شرر

ہر ایک رنگ بتاتا ہے بے پناہ ہے آگ
زمین لہو ہے، دھواں سرخ ہے، سیاہ ہے آگ

(۶۶)

ترے جلال کی شدت سے خود تباہ ہے آگ
گناہ گاروں کے اعمال کی گواہ ہے آگ
جلانے والی یہ اندازہ گناہ ہے آگ
ہے سرخ و سبز کبھی اور کبھی سیاہ ہے آگ

ترے جلال و غضب کی کھلی نشانی ہے
وہ روح آگ کے شعلے کی ہے جو دھانی ہے

(۶۷)

وہ جانے قعرِ جہنم میں ہو مکان جس کا
سلگ کے ہڈیاں لیتی ہوں امتحاں جس کا
سیہ وہ آگ کہ ہم رنگ ہے دھواں جس کا
زمین کی طرح دکھتا ہے آسماں جس کا

جلانے دارِ زمانہ کو بر محلِ آتیں
جو تو نہ روکتا چنگاریاں نکل آتیں

(۶۸)

سقر سے پھیلتی ہے فرسخوں جلی ہوئی بو
سلگ کے آنچ بنے ہیں ہواؤں کے گیسو
بلند و پست پہ نارِ سقر کا ہے قابو
دھوئیں پہ آگ کے شعلے بدلتے ہیں پہلو

ہوائیں جاتی ہیں مجرم سے جب گلے مل کے
کباب لگتے ہیں ہر سیخِ شعلہ پر دل کے

(۶۹)

جو جل کے اُڑتا ہے ہر عضو اس کا کب ہے حساب
کئی طرح سے بلندی پہ بھن رہے ہیں کباب
کہاں ہے طاقتِ مجرم جو روک لے یہ عتاب
وہ دیکھتے ہیں جو اعضا پہ ہو رہا ہے عذاب

ہوا جو بڑھتی ہے شعلے دکھتے جاتے ہیں
جگر کی آگ کے آنسو ٹپکتے جاتے ہیں

(۷۰)

وہ کون ہے کہ جو ایسی جگہ پسند کرے
غضب کی آگ کو سینوں میں اپنے بند کرے
سقر کے شعلوں پہ ہر عضو کو پسند کرے
نہ کارِ جہل زمانے میں عقل مند کرے

رہے نگاہ جو فردِ عملِ سیاہ کرے
ہو تجھ سے عفو کا طالب اگر گناہ کرے

(۷۱)

یوں ہی کئے ہے مرا جہل مبتلا مجھ کو
مرے کریم نہ دینا کوئی سزا مجھ کو
درِ مراد پہ لایا ہے مددِ مجھ کو
سقر میں اب نہ گرائے کوئی خطا مجھ کو

وہ میرے جرم ہیں جس سے نہیں ہے چین مجھے
میں جی بچوں جو بچا لیں مرے حسین مجھے

(۷۲)

یہ عرض کر کے بڑھائے کچھ ایسے تیز قدم
جبینِ عجز تھی اور پائے سیدِ عالم
کچھ اتنا جلد لے آئی ہوئے شوقِ ارم
نظر نہ کر سکے حُرّ پر امامِ نیک شیم
کہا یہ شہ نے تپاں کون ہے یہ غم پہ مرے
کہے تو کوئی یہ کس کا ہے سر قدم پہ مرے

(۷۳)

بہ عجز دستِ ادب جوڑ کر یہ حُرّ نے کہا
میں حُرّ ہوں، جو ہے خطا کارِ سیدِ والا
نہیں خدا کی خدائی میں بے ادب مجھ سا
کہ جس نے راہ میں سلطانِ دیں کو روکا تھا
دوا کوئی پئے قلبِ ملول ہے کہ نہیں
بتائیے مری توبہ قبول ہے کہ نہیں

(۷۴)

اُٹھا کے سر کو یہ کہنے لگے شہِ دلگیر
نہ بے قرار ہو اے حُرّ، معاف کی تقصیر
جھکا قدم پہ دوبارہ وہ عاشقِ شبیر
کہا حضور ہے اب جرم کی یہی تدبیر
خیال کیوں نہ دمِ مدعا کروں اپنا
ہوں عفوِ جرم تو میں سرِ فدا کروں اپنا

(۷۵)

کہا امام نے مہماں کو اذنِ دوں کیونکر
کہا اسی کی ہوس ہے جو پاؤں پر ہے یہ سر
کہا قیام کرو گے یہاں نہ کیا دم بھر
کہا حضور جہاں سے بہشت ہے بہتر
کہا کہ دعوتِ مہمان ہے میزبان کے لئے
کہا یہ حکم ملے گلشنِ جناں کے لئے

(۷۶)

کہا کہ لینے دو اوروں کو تم رضا پہلے
کہا ہوں ہے کہ آئے مجھے قضا پہلے
کہا کہو تو کوئی اپنا ماجرا پہلے
کہا یہ شوق لے آیا کہ ہوں فدا پہلے
کہا یہ ضد ہے کہ جاؤ ارم میں دنیا سے
کہا کہ اذن کا طالب ہوں شاہِ والا سے

(۷۷)

تھا شوق حُرّ کو دمِ عرضِ مدعا ایسا
رضا جہاد کی پالی تو سر قدم سے اُٹھا
دوبارہ دستِ ادب جوڑ کر یہ حُرّ نے کہا
معاف کیجئے گستاخیاں مری مولا
ہوں یہ ہے کہ سزا کو فیوں کو دے کے مروں
جو فوج دیں پہ بلا آئی ہے وہ لے کے مروں

(۷۸)

یہ چاہتا ہوں وہ عنوانِ کوئی تو ہو مجھ سے
کہ ایسی جنگ کا خواہاں کوئی تو ہو مجھ سے
سپاہِ شر میں پشیمان کوئی تو ہو مجھ سے
جہاں میں کارِ نمایاں کوئی تو ہو مجھ سے
وغا کی سیرِ شہنشاہِ دیں ضرور کریں
لڑوں میں شمرِ لعین سے دعا حضور کریں

(۷۹)

سنا جو حُرّ سے شہنشاہِ دیں نے شمر کا نام
کہا یہ عزم نہ ہو وقتِ جنگِ لشکرِ شام
ہے اس خیال میں اے حُرّ مجھے زیادہ کلام
وغا میں تم مرے قاتل پہ کھینچنا نہ حسام
اسی کا دل ہے زمانے میں سخت پتھر سے
کرے گا ذبح مجھے وقتِ عصرِ خنجر سے

(۸۰)

جناں میں آج کے دن ہوگا داخلہ سب کا
کوئی رہے گا نہ ظلم سپاہ سے زندا
پسند کی ہے پئے قبر بیکسوں نے یہ جا
یہ وہ زمیں ہے جہاں آئے گی ہراک کو قضا
میں قتل رن میں ہوں اس کے سوا امتگ نہیں
ترے امام کو ارمان فتح جنگ نہیں

(۸۱)

ہر ایک موت پہ باندھے ہوئے ہے اپنی کمر
وہ کون ہے جو نہ دے گا خدا کی راہ میں سر
حبیب و مسلم و وہب و زہیر نیک سیر
جناب قاسم و عباس و جعفر و اکبر
ہراک کے داغ دل بے قرار میں ہوں گے
یہ انتہا ہے کہ اصغر مزار میں ہوں گے

(۸۲)

وغا وہ میری وہ اعدا کی لشکر آرائی
وہ رنج تشنہ دہانی وہ نا شکیبائی
وہ میری موت وہ سیدانیوں کی تنہائی
پکارنا وہ بہن کا ارے مرا بھائی
وطن سے چھٹ کے مقدر مرا بگڑتا ہے
کسے بلاؤں کہ اتاں کا گھر اُجڑتا ہے

(۸۳)

یہ حال کہہ چکے جس وقت سید ابرار
بیان شاہ پہ رویا کیا حرّ دیندار
کہا کہ اے جگر و جان احمد مختار
یہ صبر آپ ہی کا کام ہے دم پیکار
بسان حرف غلط کل سپاہ ہو جائے
حضور چاہیں تو دنیا تباہ ہو جائے

(۸۴)

یہ عرض کر کے ارادے دلیر کے بدلے
جو بڑھ گئے تھے وہ عنوان دیر کے بدلے
فرس پہ بیٹھ کے رستے جو پھیر کے بدلے
لجام اٹھائی تو مقصود شیر کے بدلے
ہوئے شوق و غا یوں سوئے سپاہ گئی
جہاں کھڑے تھے بہادر وہیں نگاہ گئی

(۸۵)

نظر نے جانچ لئے جب سپاہ کیں کے سوار
تو مڑ کے اپنے جگر بند سے یہ کی گفتار
حدیں سپاہ کی تم نے بھی دیکھ لیں میں نثار
کہاں کہاں ہیں دلیران فوج ناہنجار
جو لشکروں میں ہو اُس انقلاب کو دیکھیں
لڑو جوان سے تم ہم شباب کو دیکھیں

(۸۶)

پسر نے دست ادب جوڑ کر کہا بہتر
جو آپ کی ہے تمنا وہی ہے مد نظر
کروں گا قتل میں چن چن کے فوج کے افسر
پڑے لجام فرس پر جو دو دلوں کے اثر
جو لڑ رہے تھے ہواؤں سے وہ نفس چھیڑے
بہادروں نے تڑپتے ہوئے فرس چھیڑے

(۸۷)

ہلیں لجامیں، اٹھی خاک، رہوار چلے
نہ تھے سکوں کے جو عادی وہ بے قرار چلے
ہوائیں لے کے سوئے دشت کارزار چلے
یہ پوچھے کون کہ مڑ کر کسے پکار چلے
معین پا دم تیزی ہر ایک ہاتھ رہے
ہوا ہو، برق ہو، گردش ہو کون ساتھ رہے

(۸۸)

عجیب شان سے رن میں بڑھا ہر ایک سمند
ہے اختلاج کو جنبش قدم کی فائدہ مند
بکھرنے والے ہر اک بال تھے نظر کو کمند
کیا تھا دل کے ارادوں کو دورِ نعل میں بند
چلیں زمین پہ یا سوئے آسمان پہنچیں
ابھی تو کہہ نہیں سکتا کوئی کہاں پہنچیں

(۸۹)

فلک کا دور کوئی، رنگِ انقلاب کوئی
سبک لجام کوئی اور گراں رکاب کوئی
ہے اپنے رنگ میں کھلتا ہوا گلاب کوئی
خود اپنی گرم روی کا ہے آفتاب کوئی
کھلے جو دل کی تپش اعتبار آ جائے
ہو التہاب تو نصف النہار آ جائے

(۹۰)

تھا شوخ چال میں زائد دمِ نبرد کوئی
جہاں کے گھوڑوں کو سمجھے ہوئے تھا گرد کوئی
حسین ہو کے بنا تھا جگر کا درد کوئی
قدم کے سمجھے ہوئے تجربوں میں فرد کوئی
جو رنگ ہیں وہ جداگانہ انقلاب کے ہیں
کوئی ہے پیر، کہیں ولولے شباب کے ہیں

(۹۱)

بھرا ہے جوش میں بیٹے کا باپ کا رہوار
یہ چاہتے ہیں نکل جائیں ہم دمِ پیکار
وہ ولولے ہیں نہیں اک کو ایک سے سروکار
یہ کہتا جاتا ہے تیزی میں ایک اک کا سوار
خوشی نہ محو ہو ایسی کمندِ غم ڈالو
زمین پہ جوش میں سمجھے ہوئے قدم ڈالو

(۹۲)

یہ مانا ہم نے ہواؤں سے کوئی بند نہیں
فلک کے دور سے ہر چال کو گزند نہیں
کسی کی تیزی رفتار سودمند نہیں
مخالفت کے مگر راستے پسند نہیں
کرو خرام سے پامال بن بھی، گلشن بھی
وہ چال ہو جسے دیکھے ہر ایک دشمن بھی

(۹۳)

یہ کہتا جاتا ہے اپنے فرس سے حر کا پسر
سمند کون یہ آگے ہے کچھ تجھے ہے خبر
نہیں بزرگی و خردی ذرا بھی مدِ نظر
اگر یہ چھیڑ کے بڑھ جائے بھی تو کیا ہے ضرر
بہت برا ہے سعادت کا گر محل جائے
(کماں) کا دور نہیں ہے جو تو نکل جائے

(۹۴)

جہاں میں فرد اگر تو ہے، یادگار ہے وہ
جو تو ہے دل کی ہوس، چشمِ انتظار ہے وہ
اگر تو غنچہ سر بستہ ہے، بہار ہے وہ
جو تجھ میں چلبلا پن ہے، تو بردبار ہے وہ
یہ مانا میں نے کہ تیری سی آن بان نہیں
کبھی تھا وہ بھی جواں آج اگر جوان نہیں

(۹۵)

رہی کھنچی ہوئی گر باگ تو سنبھل کے چلا
نہ فکر (لی) تو ہواؤں سی چال چل کے چلا
اگر ارادہ راکب ذرا بدل کے چلا
یہ کہہ کے روک لیا گر فرس نکل کے چلا
نہ جانے دوں گا تجھے دشت میں کبھی آگے
ارے مقامِ ادب ہے نہ بڑھ ابھی آگے

(۹۶)

خیال چال میں کیوں ہے یہ بار بار اُس کا
نہ محو کر دم رفتار انتظار اُس کا
مری نگاہ میں بے حد ہے اعتبار اُس کا
ہے فرض جس کی اطاعت، ہے راہوار اُس کا
قدم نہ رکھنا کسی نقشِ گام پر اپنا
یہ سجدہ گاہِ ادب ہے جھکا دے سر اپنا

(۹۷)

فرس سے اپنے ادھر ہے حُر جری کا کلام
خلافِ مرضی دل کیوں بڑھا رہا ہے تو گام
نہیں ہے کیا مرے قابو میں آج تیری لجام
بتا تو کچھ کہ ہے کیا مطلبِ دلِ خود کام
قدم قدم پہ یہ تو اُڑ کے دیکھتا ہے کسے
ہے اسپ نورِ نظر مڑ کے دیکھتا ہے کسے

(۹۸)

میں چاہتا نہیں بیٹا نظر سے ہو اوجھل
ارے یہ تیز روی کا بتا ہے کوئی محل
نہ اس طرح سے رواں تو ہو جانبِ مقتل
ہے خاک پچھلے قدم کی کئے ہوئے بیکل
یہ خارِ رنجِ دلِ دردِ ناک میں نہ چھپا
ابھی سے نورِ نظر میرا خاک میں نہ چھپا

(۹۹)

یہ لختِ دل مرے صد چاکِ دل کا پارا ہے
اندھیری راہ میں آنکھوں کا میری تارا ہے
حسینؑ اکیلے ہیں جز موت کون چارا ہے
امامِ وقت کی الفت میں سب گوارا ہے
پسر کروں گا شہِ مشرقین پر صدقے
وہ وقت آئے تو ہوگا حسینؑ پر صدقے

(۱۰۰)

شباب، نامِ خدا آ گیا، گیا بچپن
نمو ہے جس کا جوانی پہ، ہے وہ نخلِ چمن
پلا ہے جو مری گودی میں، ہے وہ پھولِ ساتن
بنا نہ گرد کی چادر کو قبلِ موت کفن
غبار میں جو اُلے گا تو قلبِ شق ہوگا
لہو بھرا ہوا ہدیہ قبولِ حق ہوگا

(۱۰۱)

ہے اسپ اپنے ہی گھر کا، مقابلہ کیا
ہے اتحاد تو تیزی کا فیصلہ کیا
سمجھ تو لے کہ یہ نازک ہے مرحلہ کیا
نکل سکے جو نہ دل سے وہ ولولہ کیا
نہ بڑھنے دوں گا میں قابو سے آرزو تیری
یہ خوف ہے کہ نہ ضائع ہو آبرو تیری

(۱۰۲)

مقابلہ نہ ہوا کر دمِ ہوس اُس کا
حدِ جہاں سے نکل جائے ہو جو بس اُس کا
مطیعِ مرضی راکب ہے ہر نفسِ اُس کا
نہ کبر کر کہ بہت شوخ ہے فرس اُس کا
جہاں میں تجھ پہ شرفِ اسپ لا جواب کو ہے
وہ نوجواں ہے، تو کھوئے ہوئے شباب کو ہے

(۱۰۳)

جو ہو تو رنگِ تغیرِ مال رکھتا ہو
ہر اک سمند برابر کی چال رکھتا ہو
کہ اک کا اک دمِ تیزی خیال رکھتا ہو
ہر اک قدم سے قدم اتصال رکھتا ہو
گریں گے اہلِ نظر سے ہوئے اگر آگے
نہ ہونے پائے ہوا تن کی بال بھر آگے

(۱۰۴)

اگر چلو تو زمانہ بدل بدل کے چلو
حدود دیدہ مشتاق سے نکل کے چلو
جہاں میں پھر کوئی محشر کی چال چل کے چلو
اگر پڑے ہوئے دل پاؤ تو سنبھل کے چلو

نہ ٹھوکروں میں ستمگاریوں سے لاؤ انہیں
زمین پہ تھک کے جو بیٹھے ہیں کیوں اٹھاؤ انہیں

(۱۰۵)

وہ حسن ہو، جو حسینوں سے رسم و راہ رہے
وہ میل ہو کہ جو ایک ایک سے نباہ رہے
وہ چال ہو کہ جو بجلی کا اشتباہ رہے
وہ خون ہو جو ہر اک نقشِ پاگواہ رہے
ستمگروں کی جفائیں بتائیں گے اک دن
یہ لال لال قدم رنگ لائیں گے اک دن

(۱۰۶)

تمہاری چال نکل جائے گی جہاں سے ضرور
کہ کربلا کے نہیں راستے بہشت سے دور
قدم قدم پہ قیامت کے پاؤ گے دستور
ہمارے ساتھ کرے گا خدا تمہیں محشور
ہے جو ریاضِ شہادت کی وہ بہار ہو تم
شرف یہ کم ہے شہیدوں کے راہوار ہو تم

(۱۰۷)

یہ ذکر تھے کہ جو میداں میں آگئے وہ دلیر
نہ ہونے پائی ذرا بھی کسی سمند کو دیر
وہ ختم کر دیئے رستے کہ جن میں تھا کوئی پھیر
سپاہِ شام مقابل ملی تو تھم گئے شیر
تپاں جو تھا وہ ہر اک قلب بے قرار تھا
رکے سمند تو دونوں طرف غبار تھا

(۱۰۸)

وہ سعی گھوڑوں نے چھوڑی جو انہماک کی تھی
امید حُر سے ادھر فوج کو تپاک کی تھی
ادھر رضا نہ ذرا چشمِ قہرناک کی تھی
ہوانے وہ بھی مٹا دی جو آڑ خاک کی تھی

جو ترک تھی وہ سپہ سے نہ رسم و راہ بڑھی
غبار بیٹھ گیا وسعتِ نگاہ بڑھی

(۱۰۹)

دمِ نبرد پڑی اک کی دوسرے پہ نظر
نگاہ کرنے لگے حُر پہ فوج کے افسر
تھا خاکِ پائے شہر دیں کا یہ جبین پہ اثر
نشانِ سجدہ فلک پر تھا صبح کا اختر
بھگانے لشکرِ ابنِ زیاد کو نکلا
ہوئی سحر تو نمازی جہاد کو نکلا

(۱۱۰)

ادھر دلیر نے لشکر پہ کی غضب کی نگاہ
کہا جو بڑھ کے نہ پیچھے ہٹے لڑے وہ سپاہ
بہت ہجوم پہ نازاں ہیں فوج کے گمراہ
میں تم میں رہ کے شجاعت سے خوب ہوں آگاہ
ہوئی ہے خلقِ پیغمبر کی دشمنی تم میں
وہی بڑھے، کہ جو ہو تیغ کا دھنی تم میں

(۱۱۱)

اے اہل کوفہ! یہ کیا کر رہے ہو مکر و دغا
کسے بلایا تھا نصرت کا کس سے وعدہ تھا
نبیؐ کا لختِ جگر چھوڑ کر جو گھر آیا
اُسی کو ذبح کئے ڈالتے ہیں اہلِ جفا
جہاں میں خون سے مہماں کے ہاتھ بھرتے ہیں
مسافروں سے بھی کیا یہ سلوک کرتے ہیں

(۱۱۲)

سپاہِ شام سے کوئی نہ جب جواب ملا
تو اپنے نورِ نظر سے حرّ جری نے کہا
نئی یہ تم سے تمنا میں رکھتا ہوں بیٹا
یہ چاہتا ہوں تمہیں مجھ سے پہلے آئے قضا
شہیدِ ظلم و جفا تم ہو غم رہے مجھ کو
اگر سنے یہ زمانہ تو کیا کہے مجھ کو

(۱۱۳)

ہے اتنی پر ہوں نصرتِ حسینؑ مجھے
ہوئی ہے خاک زمانے کی زیب و زین مجھے
ہے اس کی فکر تو ملتا نہیں ہے چین مجھے
کرے خدا سے نہ شرمندہ نورِ عین مجھے
میں خوش ہوں گر کششِ وادیٰ نبرد بڑھے
کسی کا درد گھٹے اور کسی کا درد بڑھے

(۱۱۴)

لہو سے اپنے دمِ جنگ تم ہو غرق اگر
میں پھر نہ ہوں عرقِ انفعال سے کبھی تر
سپاہِ شام سے لڑ بھڑ کے دو جو جنگ میں سر
امامِ عصر سے جھپے نہ پھر پدر کی نظر
وغا میں ہاتھ یمنِ زیست سے میں دھوکے مروں
ہو تم شہید تو پھر مطمئن میں ہو کے مروں

(۱۱۵)

پسر کو اذن، پدر نے جب اس طرح سے دیا
کہا یہی تو تمنا مری بھی ہے بابا
کوئی تو پوچھنے والا رہے قریب قضا
سرہانے لاش کے ماتم کرے کوئی تو بپا
مفارقت سے شہِ مشرقین روئیں گے
مجھے پدر تو پدر کو حسینؑ روئیں گے

(۱۱۶)

یہ کہہ کے چاہا گلے مل کے ہوں پدر سے جدا
تڑپ کے باپ پکارا یہ کیا یہ کیا بیٹا
کرو نہ رازِ محبت کو منکشف میں فدا
کہیں نہ دیکھ رہے ہوں امامؑ ہر دو سرا
کہا یہ شہؑ نے تو حیرت بھی ہے تحیر بھی
پسر کو اپنے جدا کر کے رو دیا حرّ بھی

(۱۱۷)

پدر سے مل گئی بیٹے کو جب اجازتِ جنگ
وہاں چلے جہاں یکجا تھے فوج کے سرہنگ
ادھر ادھر جو ذرا بھی نہ تھی وغا میں درنگ
بڑھے سوار چلے یہ کھلی دلوں کی امنگ
نگاہِ میان تک آئی نکل گئی تلوار
سپاہ و لختِ دل حرّ سے چل گئی تلوار

(۱۱۸)

وہ دیں کا پہلا مجاہد وہ ابتدائے وغا
عجب نہیں جو ہر اک ہو مال کا جو یا
وہ وقتِ صبح وہ نا آشنائے خوں صحرا
وہ انتظار میں ذرے، گرے لہو کس کا
وہ اپنی فتح کی تیغوں کو آرزو کرنا
وہ اٹھ کے خاک کا فکرِ رگِ گلو کرنا

(۱۱۹)

ہٹانا مہر کا رخ سے وہ رات کا پردا
خیالِ جنگ میں کم کم وہ دھوپ کا بڑھنا
وہ بہرِ فیصلہ تیغوں کے آس پاس ہوا
وہ رن میں آنکھ لڑائے ہوئے ہر اک سے قضا
یہ فکر ہے کہ کوئی ان میں بیش و کم نکلے
نتیجہ ختم تک آئے جو اک کا دم نکلے

(۱۲۰)

وہ پاک و صاف ہر اک چیز سے ردائے زمیں
لہو تو کیا ہے کہ کوسوں لہو کی چھینٹ نہیں
کھنچی تھی میان سے اب تک نہ کوئی تیغ کہیں
ہیں انقلاب کے پردے میں جنگ کے آئیں
جو پوچھے تو یہ دنیا ہے رہگذر سب کی
ذرا سی تیغ کی جنبش پہ ہے نظر سب کی

(۱۲۱)

وہ ہر طرف مئے جرأت کی انتہا نوشی
ہر اک حسام کو وہ حسرت ہم آغوشی
وہ بج کے جنگ کے باجوں کی رن میں خاموشی
وہ محویت میں ہر اک قلب کی فراموشی
کب آج فیصلہ ہستی و فنا ہوگا
خبر کسی کو نہیں یہ کہ دم میں کیا ہوگا

(۱۲۲)

ہے اُس طرف نگراں ابن سعد، ادھر شہ دیں
ہیں محو اکبر و عباس سے جری سُر زیں
خوش حرّ بھی کھڑے ہیں قریب لشکر کیں
سمجھ میں کچھ نہیں آتے نبرد کے آئیں
کمال اپنا دکھاتی ہیں قرب صف تیغیں
چمک رہی ہیں دم جنگ دو طرف تیغیں

(۱۲۳)

وہ جوش شوق و غا میں ہر اک کو آئے ہوئے
وہ ہاتھ دونوں طرف کے جو آزمائے ہوئے
وہ فن جنگ جو استاد کے بتائے ہوئے
وہ اک کو ایک تہ تیغ رن میں لائے ہوئے
ہوں یہ ہے کہ جو ہو وار انتہا کا ہو
نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ دیکھتے کیا ہو

(۱۲۴)

وہ ہٹ کے تیغ کے سائے سے حرّ کا نورِ نظر
دکھا کے فرق کو لایا حسام تا بہ کمر
دو نیم ہوتے چلے ساتھ تن کے قلب و جگر
یہ پہلا خوں تھا گرا جو زمین کے اوپر
شفق میں تیغ جو چمکی تو رک گیا گھوڑا
زمیں پہ لاش گرانے کو جھک گیا گھوڑا

(۱۲۵)

زمین دشت پہ دو ہو کے گر پڑا جو سوار
ادھر بلند کی غازی نے خوں بھری تلوار
ادھر ہوئی صفِ اعدا میں مرجبا کی پکار
سپہ سے کہنے لگا ابن سعد ناہنجار
کسی سے بھی نہ کوئی فکر چیرہ دست ہوئی
ہوا یہ قہر کہ پہلے ادھر شکست ہوئی

(۱۲۶)

جمایا رنگ بہادر نے صفدری کر کے
دلایا خوف سپہ کو دلاوری کر کے
شکار پنچہ میں دابا غضنفری کر کے
خبر دی حرّ کو قضا نے پیبری کر کے
بتا رہے تھے جو ابرو وہ غیظ جانے لگا
پسر کی فتح ہوئی باپ مسکرانے لگا

(۱۲۷)

سپاہ شہ میں ادھر بھی تھا ایک اک نگراں
نگاہیں کھینچ رہی تھیں نبرد کے عنوان
کمر کو کاٹ کے اٹھی جو تیغ شعلہ فشاں
کیا حبیب نے مسلم سے یہ تڑپ کے بیاں
سپہ گری کی ادا جو ہے وہ دکھائی ہوئی
حرّ دلیر کی یہ ضرب ہے بتائی ہوئی

(۱۲۸)

ذرا سا بڑھ کے یہ بازوئے شاہ دیں نے کہا
حرّ دلیر تمہارے پسر کا کیا کہنا
وہ بانپن وہ جوان مردیاں وہ طرزِ وغا
وہ دیکھ بھال وہ ہر ضربِ معرکہ آرا
پسر کا باپ سے ملتا ہوا طریقہ ہے
یہ سب تمہاری ہی تعلیم کا نتیجہ ہے

(۱۲۹)

کیا یہ دستِ ادب جوڑ کر جری نے بیاں
ہے سب تصدقِ اقبالِ شاہ کون و مکاں
تھا ورنہ میری سیہ بختیوں کے کب شایاں
گناہگار کہاں اور خدا کا فضل کہاں
نجلِ غلام نہ افواج پر جفا سے ہوا
جو کچھ ہوا وہ حضور آپ کی دعا سے ہوا

(۱۳۰)

یہ عرض کر کے پسر سے پکار کر یہ کہا
کہ خوش نصیب نہیں کوئی خلق میں تم سا
تمہاری مدح یہ کرتا ہے کون اے بیٹا
دلیر و صاحبِ توقیر و جانِ فوجِ خدا
خیالِ حضرتِ عباسِ نیک نام کرو
حضور کرتے ہیں تعریف تم سلام کرو

(۱۳۱)

جب اس طرح سے پسر نے سنا پدر کا کلام
کیا دلیر نے مڑ کر مودبانہ سلام
دوبارا ہو گیا مشغولِ جنگِ لشکرِ شام
چلی سروں پر اب آزاد ہو کے رن میں حسام
وہ کون تھا کہ جو خونِ گلو میں غرق نہ تھا
کسی کے پاؤں نہ تھے اور کسی کا فرق نہ تھا

(۱۳۲)

سپہ میں حشر بپا کر رہی تھی تیغِ دو سر
رسالوں کو نہ اماں تھی نہ افسروں کو مفر
تنوں کی طرح لہو ہو گئے تھے قلب و جگر
فضا کے خوف سے بند آنکھوں میں چھپی تھی نظر
جنہیں غرور تھا وہ پہلوانِ قتل کئے
حسامِ تیز سے سترِ جوانِ قتل کئے

(۱۳۳)

یہاں تک آگئی جب کثرتِ جدال و قتال
پلٹ کے سمتِ پدر آ گیا وہ نیک مال
کہا کہ خوش بھی ہوئے والدِ خجستہ خصال
زمین ہو گئی اعدائے دین کے خون سے لال
کہا کہ آج مرو گے اگر دعا دوں گا
امامِ عصر پہ قربان ہو تو خوش ہوں گا

(۱۳۴)

پسر نے پائی نہ جز موت جب رضائے پدر
کہا جو ہے یہی مرضی دل بہت بہتر
دوبارا پھیری لجامِ فرس سوئے لشکر
کسی ارادہٴ خلدِ بریں پر اپنی کمر
ہر اک نظر پہ حجابِ عدم کو چھوڑ لیا
جمالِ دہر کے جلوہ سے منہ کو موڑ لیا

(۱۳۵)

پلٹ کے پھر صفِ لشکر پہ آ گیا رہوار
سپاہِ شر سے قیامت کی چل گئی تلوار
کیا وغا سے کلیجوں کے زخم نے ناچار
قضا کو ڈھونڈھنے نکلی ہر ایک خون کی دھار
عدم تک آ کے لعینوں کو ہوش آنے لگے
اجلِ نصیب، جہنم کی سمت جانے لگے

(۱۳۶)

کبھی ادھر کبھی حملہ کیا جری نے ادھر
لہو کی طرح ہر اک اڑ رہا تھا تیغ سے سر
تھی رن میں خوں بھرے دڑوں کی خوفناک نظر
ہوا نچوڑ رہی تھی غبار کی چادر
وہ پیش آ گیا لکھا تھا جو جبینوں کا
ہوا پہ کروٹیں لیتا تھا خوں لعینوں کا

(۱۳۷)

اُلٹ رہے تھے جہاں وقت صفدری حملے
کئے ہوئے تھے تن و جاں میں ابتری حملے
وہ زورِ دستِ اسد، وہ غضنفری حملے
وہ بھیڑ فوجِ ستم کی، وہ آخری حملے
وغا رہی سپہ بد اساس سے زائد
جری نے قتل کئے پھر پچاس سے زائد

(۱۳۸)

کبھی کمر پہ کبھی ہاتھ فرق پر آیا
فرس جری کا ادھر اور کبھی ادھر آیا
زمیں پہ خون گرا، ٹھوکروں میں سر آیا
پلٹ رہے تھے جو نیزہ جگر میں در آیا
فرس سے رن میں قیامت کا وارکھا کے گرے
زمیں پہ زخمِ جگر ہاتھ سے دبا کے گرے

(۱۳۹)

تڑپ کے نزع کی حالت میں لختِ دل جو گرا
فرس پہ شکر کا سجدہ حُرّ جری نے کیا
اگرچہ کرب کی تکلیف تھی پسر پہ سوا
مگر دلیر نے چھوڑی نہ راہِ صبر و رضا
لجام لی فرس تیز گام کو دیکھا
پسر پہ رخ نہ کیا فوجِ شام کو دیکھا

(۱۴۰)

ارادہ حُرّ کا جب اس طرح شاہ نے پایا
صدا پکار کے دینے لگے امامِ ہدا
ابھی کرو نہ سپاہِ عدو سے قصدِ وغا
جوان بیٹے پہ ہے کرب رن میں وقتِ قضا
پسر کو اپنے بشارتِ جنّاں کی دینے دو
شہیدِ راہِ خدا کو اٹھا تو لینے دو

(۱۴۱)

عجب ہے کیا جو یہ حُرّ اور شہّ میں ہو تقریر
یہ کہتے آتے ہوں رن میں امامِ با توقیر
پسر کو رو کے کرو عزمِ جنگ فوجِ کثیر
جوان بیٹے کو دیکھو گے کیا نہ وقتِ اخیر
نہ پلٹیں گے وہ نفسِ لب پہ ہیں جو آئے ہوئے
چراغِ تھم نہیں سکتے ہیں جھلملائے ہوئے

(۱۴۲)

یہ حُرّ نے دستِ ادب جوڑ کر کہا میں فدا
نہ میرے صبر میں آ جائے فرق اے مولّا
نثارِ شاہِ ہوا، رن میں خوب نام کیا
دعا امامِ کریں، دے کریم اس کی جزا
میں خوش ہوا جو الم دہر زشت کے پائے
یہ آرزو ہے کہ حلّے بہشت کے پائے

(۱۴۳)

یہ چاہتا ہوں کہ دم بھر غمِ فراق کو کھاؤں
پسر کی یاد میں ہنستا ہوا بہشت میں جاؤں
سرہانے لاش کے کیا ہو جو میں نہ ہوش میں آؤں
تڑپ اٹھے گا جگر جھک کے گر گلے سے لگاؤں
میں غم کروں گا نہ دنیاے زشت میں مولا
پسر سے اپنے ملوں گا بہشت میں مولا

(۱۴۴)

کہا یہ شہ نے تم اچھا کرو قیام اتنا
حسین دشت ستم سے اٹھا تو لے لاشہ
جو میرا فرض ہے اس میں کمی نہ ہو اصلاً
یہ کہہ کے سرور دیں نے بڑھا دیا گھوڑا
مصیبتِ پسرِ حرّ میں اشکبار ہوئے
اٹھا کے گود میں لاشے کو شہ سوار ہوئے

(۱۴۵)

سمجھ رہے تھے اسے فرضِ امام جن و بشر
اٹھاؤں لاش ہر اک کی کسی تھی اس پہ کمر
گرے جو اپنے فرس سے زمین کے اوپر
نہ رہنے پائے وہ میت ہجوم کے اندر
نہ وقت نزع ستم لشکرِ یزید کا ہو
نبی کی آل میں ماتم ہر اک شہید کا ہو

(۱۴۶)

سپاہ حق کا یہ رن میں شہید تھا پہلا
ابھی تک اتنا تھا زورِ امام ہر دوسرا
اٹھا کے لائے فرس پر جوان کا لاشا
گھٹا کی رن میں بتدریج طاقتِ مولا
نہ میت اٹھ سکی شہ سے جنان کے عازم کی
زمین پہ کھینچتی گئی رن میں لاش قاسم کی

(۱۴۷)

ہر اک شہید کی الفت لہو گھٹا تو گئی
جو پہلا زور تھا ہاں اُس کی انتہا تو گئی
وفا گھٹی ہوئی قوت مگر دکھا تو گئی
مکاں میں خیر بھتیجے کی لاش آ تو گئی
رہا نہ جب کوئی موجود شہ کے لشکر میں
جوان بیٹے کی میت نہ لاسکے گھر میں

(۱۴۸)

جو لاش، حرّ کے پسر کی اٹھا چکے شہ دیں
ہوا برادرِ حرّ کا فگارِ قلبِ حزیں
ٹھہر سکا نہ ذرا بھی میانِ لشکرِ کیں
گرا قدم پہ، خطائیں حضور نے بخشیں
اٹھا کے بھائی کا غمِ قلب پر بہادر نے
جناں میں بھیج دیا اپنے سامنے حرّ نے

(۱۴۹)

شہید ہو چکا لڑ بھڑ کے رن میں جب بھائی
قضا نے یہ بھی مصیبت جری سے اٹھوائی
ہوں مطمئن جو یہ تھی فکرِ ناشکیبائی
کہا یہ دل نے مبارک ہو مرگِ تنہائی
رُخ اپنا جانبِ سلطانِ خاص و عام کیا
پھرا کے خلق سے منہ رخصتی سلام کیا

(۱۵۰)

ملا فراغ جو بعدِ سلامِ شاہِ زمن
پھرے سپاہ کی جانبِ غضب بھرے چتون
ہوئی لجام کو جنبشِ تڑپ گیا توسن
یہ کہہ کے رکھے کمر میں دلیر نے دامن
مہینوں خون سے تر دشتِ کارزار رہے
کرو وہ جنگ جو دنیا کو یادگار رہے

(۱۵۱)

وہ خوں کو جوش دیا فکر نے وہ طیش بڑھا
وہ پینچ زلف نے کھایا ہوئی وہ قید ہوا
جبیں پہ نقش وہ ابھرے وہ کھل گیا غصہ
ہوئی وہ باگ کو جنبش وہ بڑھ چلا گھوڑا
کسی سے رک نہیں سکتے یہ غیظ آئے ہوئے
چلا ہے شیرِ کلیجے پہ داغ اٹھائے ہوئے

(۱۵۲)

جری پہنچ گیا اس شان سے جو قربِ سپاہ
ہٹا کے فوج کو صفواں تک آئی حرّ کی نگاہ
ادھر دلیر کی آمد سے وہ ہوا آگاہ
یہ وہ جری ہے نہیں جس کی تیغ کیں کی پناہ
بلا چکا تھا بنِ سعد، صفدری کے لئے
کہ منتخب یہ ہوا تھا حرّ جری کے لئے

(۱۵۳)

سمجھ رہے تھے جو اندازہ نظر گھوڑے
تھے ہر لجام کی جنبش سے باخبر گھوڑے
ارادہ راکبوں کا رن میں دیکھ کر گھوڑے
ہوس میں جنگ کی جھپٹے ادھر ادھر گھوڑے
لی تو خاک مگر بن کے سدّ راہ چلی
ہر ایک سمت سے لڑتی ہوئی نگاہ چلی

(۱۵۴)

مقابلہ میں جری کے جب آ گیا وہ شریر
سمند روک کے غدار نے یہ کی تقریر
وہ ہوں دلیر کہ جس کا نہیں جہاں میں نظیر
خبر بھی ہے تمہیں اے حرّ خفا ہے تم سے امیر
کدورتیں ہیں جو ہر دل میں صاف ہو جائیں
پلٹ چلو تو خطائیں معاف ہو جائیں

(۱۵۵)

نہ گر چلو گے تو پھر تم ہو اور مری تلوار
ہے اب بھی خیر نہ رکھو حسینؑ سے سروکار
نہ اس طرح تمہیں سمجھاتا میں دمِ پیکار
پہ کیا کروں کہ محبت سے دل کی ہوں ناچار
ہر اک کی تیغ پہ جرأت کا رن میں ہاتھ رہا
اسی سپاہ میں برسوں تمہارا ساتھ رہا

(۱۵۶)

تم اُس سے خوب ہو واقف جہاں کھنچی ہے حسام
میں جس مقام پہ پہنچا اُجڑ گیا وہ مقام
حسامیں چلتی ہیں لے کر دم و غا مرا نام
جو میں نہ ہوں تو نہ آباد پھر ہو کشور شام
امید دل میں ہو جنگِ شدید کی مجھ سے
تھی ہوئی ہے حکومت یزید کی مجھ سے

(۱۵۷)

بگڑ کے حرّ نے یہ آواز دی کہ او مغرور
خدا کی شان کہ سبطِ نبیؐ سے میں رہوں دور
بتا تو کچھ ہے دلیری کا کیا یہی دستور
وہ رن میں قتل کئے جائیں ہوں نہ جن کے قصور
جو بے محل ہو زمانے میں وہ امنگ نہیں
یہ اپنے دل کی زبردستیاں ہیں جنگ نہیں

(۱۵۸)

کسی غریب کو میں قتل کر کے کیا پاتا
خدا کے قہر میں گھرتا جو غیظ دکھلاتا
پلٹنا ہی مجھے ہوتا تو پھر میں کیوں آتا
ترے رئیس کا مجرم عبث میں بن جاتا
لعین بھی ظلم کا بانی بھی فیلسوف بھی ہے
تری سمجھ یہ بتاتی ہے بے وقوف بھی ہے

(۱۵۹)

نہ ابنِ سعد سے مطلب نہ کچھ سپاہ سے کام
جگہ سقر میں ہے اُس کی، جناں ہے میرا مقام
کہ ایک ساں نہیں ہوتے ہیں نیک و بد انجام
میرا امیر ہے جانِ رسولؐ خیرِ انام
سقر سے خوف نہیں، دامنِ پناہ میں ہوں
جو فوجِ دین الہی ہے اُس سپاہ میں ہوں

(۱۶۰)

ہے کون میر سپہ جو ہے سید الثقلین
علیٰ کا لختِ جگر، فاطمہ کا نور العین
زمین کا کوکبِ قسمت، خدا کے عرش کی زین
قلم نے لوح پہ لکھا ہے نامِ پاکِ حسین
دُرِ مراد کو دامنِ مرحمت میں لیا
نبیؐ نے شوق سے آغوشِ تربیت میں لیا

(۱۶۱)

جو اتفاق سے کھیلے حضور بچپن میں
حسد کی آگ بڑھی اور قلبِ دشمن میں
شرف دکھا دیا دنیا کو یوں لڑکپن میں
نہ دوڑنے سے لگی چوٹ پھول سے تن میں
(امان) و پرورشِ خالقِ جلیل میں تھے
کبھی نبیؐ کبھی آغوشِ جبریلؑ میں تھے

(۱۶۲)

ارے یہ وہ ہیں کہ حق بھیجتا ہے جن پہ سلام
خدیو جن و بشر، شہریارِ عرش مقام
علیؑ کے قلب کی راحت، بتولؑ کا آرام
ولی خدا کا، نبیؐ کا پسر، جہاں کا امام
ملا ہے اب تو شہِ مشرقین کا دامن
چھٹے گا حرّ سے نہ ہرگز حسینؑ کا دامن

(۱۶۳)

عداوتِ شہِ دیں رنگ لانے والی ہے
اثرِ یزید کی الفت دکھانے والی ہے
تری حیات کا غم موت کھانے والی ہے
سقر کی آگ ستمگر جلانے والی ہے
خیالِ زر میں رہ کفر سے گذرتا ہے
خود اپنی فکر کر (اوروں) کو منع کرتا ہے

(۱۶۴)

جری تو ہو گیا اس حد کا آج او غدار
بہادروں کی زبانیں ہیں اور تری گفتار
سپہ گری کا ہے دعویٰ تو تیز کر رہوار
خدا کی شان مرا سر ہو اور تری تلوار
مٹے گا کبر کوئی دم میں فتنہ گر تیرا
فرس کی ٹھوکریں کھائے گا آج سر تیرا

(۱۶۵)

ہے اصل کیا تیری ظالم قضا ہے سب کے لئے
یہ ناگزیر جگہ ناروا ہے سب کے لئے
(سراب دار) جہاں کی ہوا ہے سب کے لئے
سوائے ذاتِ الہی فنا ہے سب کے لئے
سپاہِ ظلم و ستم روئے گی تیرے غم میں
نہ تو رہے گا نہ تختِ یزید عالم میں

(۱۶۶)

بگڑ گیا یہ بیاں سن کے ظلم کا بانی
نہ کوئی بات جری کی شریر نے مانی
لعین کو سمت قضا لے چلی گراں جانی
نکانِ نیزہ کو دیتا چلا بآسانی
تھا انقلابِ وغا سے جو بے خبر ظالم
ہوا دلیر پہ نیزہ سے حملہ ور ظالم

(۱۶۷)

قریب سینہ غازی جو آ گیا نیزہ
محل جب اس کا دل صاف کو نظر آیا
کجی، پسند، طبیعت نے کر لی وقتِ وغا
جری نے لطفِ الہی سے رد کیا حملہ
ذرا سے پھیر میں پہلو بدل گیا نیزہ
وہ کج دلیر ہوا وہ نکل گیا نیزہ

(۱۶۸)

تھا ابتدا سے جو برہم شریر سے جرّار
اُٹھا کے نیزہ خطّی کیا دلیر نے وار
اسد کے سامنے آکر کہیں بچا ہے شکار
پڑا وہ سینہ پہ نیزہ ہوا جو پشت کے پار
کچھی جو ڈانڈ تو ظالم کے دل سے غم نکلا
شگافِ پشت سے بن بن کے خون دم نکلا

(۱۶۹)

تھے تین بھائی ستگر کے اور بھی دم جنگ
کیا نبرد کا ان میں سے ایک نے آہنگ
لے آئی پاس بہادر کے جب وغا کی امنگ
عجیب طرح اسیرِ قضا ہوا سرہنگ
نہاں دماغ میں جو کبر تھا وہ دور ہوا
زمیں پہ زیں سے جو پڑکا تو چور چور ہوا

(۱۷۰)

برائے جنگ بڑھا دوسرا جو نا ہنجار
جری نے بڑھ کے لگائی شریر پر تلوار
ہوا وہ قتل بڑھا تیسرا پئے پیکار
لعین نے شیر سے لڑ بھڑ کے لی جو راہ فرار
اماں نہ مل سکی جائے پناہ میں مارا
اسد نے نیزہ سے گھس کر سپاہ میں مارا

(۱۷۱)

تڑپ رہے تھے زمیں پر سرانِ فوجِ ستم
وغا میں کھیل رہا تھا شکار سے ضیغم
تھے اک مقام پہ نام آورانِ کوفہ بہم
ہر ایک دیکھ رہا تھا نبرد کا عالم
زیادہ سب سے دم جنگ اضطراب میں تھا
یزید طیش بھرے دل سے پیچ و تاب میں تھا

(۱۷۲)

یہ پہلوں تھا تن و توش پر بہت نازاں
دم رواگئی حرّ یہ کر رہا تھا بیاں
اشارا کرتا جو مجھ سے رئیسِ فوج گراں
نہ جانے دیتا میں زندہ سوئے امامِ زماں
امیدِ دل نہ نکلتی جو فوج میں رہ کے
لہو دلیر کا جاتا حسین تک بہہ کے

(۱۷۳)

کئے جو قتل ادھر حرّ نے رن میں چار جواں
کیا حسین نے مڑ کر یزید سے یہ بیاں
ہیں تیرے سامنے جو وغا حرّ ذیشان
نہاں جو دیر سے ہیں دل میں وہ نکال ارماں
شکستِ وقتِ وغا بڑھ کے دے بہادر کو
رئیسِ فوج کی خدمت میں لا سر حرّ کو

(۱۷۴)

بیاں حسین کا سن کر بگڑ گیا ظلم
بڑھا دیا سوئے غازی سمند تیز قدم
ہوا وہ ہو گیا گھوڑا چھٹی وہ فوجِ ستم
صدا یہ تھی کہ نہ نازاں ہورن میں آگئے ہم
مقابلے میں نہ اتنی امنگ کی ہوگی
کسی دلیر سے اب تک نہ جنگ کی ہوگی

(۱۷۵)

کلامِ لاف و گزاف اس طرح جو حرّ نے سنا
ادھر دلیر نے بھی تیز کر دیا گھوڑا
صدا یہ دی کہ وہیں تھم میں تجھ تک آ پہنچا
سنا ہے تجھ کو دلیری کا ہے بہت دعوا
شہید کرتا تو اثنائے راہ میں مجھ کو
نہ جانے دیتا حسین سپاہ میں مجھ کو

(۱۷۶)

مرے لہو کے بہانے کی آرزو ہے تجھے
نظر ہے تیغ پہ اور میری جستجو ہے تجھے
کبھی جگر کبھی فکر رگ گلو ہے تجھے
بہادروں میں سوا پاس آبرو ہے تجھے
لڑے گا جس سے وہ حربہ سنبھال لے ظالم
میں سامنے ہوں تمنا نکال لے ظالم

(۱۷۷)

تمام ہو نہ سکے جو وہ جستجو کیا ہے
جو تو وغا سے مٹائے وہ آبرو کیا ہے
جواک سے اک کی بر آئے وہ آرزو کیا ہے
سپہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے تو کیا ہے
وہ کیا حسام کہ جس میں قضا کا دور نہیں
امام عصر کا خادم ہوں کوئی اور نہیں

(۱۷۸)

بگڑ کے کھینچ لی ظالم نے تیغِ صاعقہ بار
پکار کر یہ صدا دی کہ ہاں بگیر و بیار
کہا دلیر نے او مستِ بادۂ پندار
میں ہوشیار دمِ جنگ ہوں لگا کوئی وار
اماں نہ پاتا کوئی وار اگر کہیں کرتے
جہاں ہیں ہم سبقت اُس جگہ نہیں کرتے

(۱۷۹)

خدا کے فضل سے رد ہوگا تیرا وار اگر
تو پھر میں ضرب لگاؤں گا تیرے سینے پر
ترے کمال کی جو یا ہے وقتِ جنگِ نظر
نہاں رہیں گی یوں ہی حسرتِ دلِ مضطر
نہیں ہے وقت ابھی تیغ آزمائے کا
مطیع ہوں میں ید اللہ کے گھرانے کا

(۱۸۰)

کہا لعین نے نہیں ابتدا میں کچھ مجھے عار
یہی خوشی ہے تو روکو دمِ وغا تلوار
حرّ جری سے یہ کہہ کر برس پڑا غدار
ادھر یہ وقت وغا زیں پہ روکتے رہے وار
بسانِ برق تڑپتی ہوئی نظر آئی
کبھی کمر کبھی تلوار فرق پر آئی

(۱۸۱)

تھکا چکا جو ستمگر کو دشت میں وہ دلیر
اٹھا کے نیزہ خطی پکارنے لگا شیر
نہیں ہے اب مری حسرت نکلنے میں کوئی دیر
جبین نیزہ پہ لکھے ہیں تیرے بخت کے پھیر
بس اب نہیں ہے کوئی خیریت ستمگر کی
زبانِ موت سے سن کیفیتِ مقدر کی

(۱۸۲)

یہ کہہ کے سینے پہ مارا دلیر نے نیزہ
شگافِ پشت سے دل کھینچتا ہوا نکلا
سلام کرنے لگی جھک کے سامنے سے قضا
کہا اسد نے دلیری کا کیا ہوا دعوا
زمین پہ گر کے عیاں دل کا ولولہ کر لے
شریرِ سجدۂ تعظیمیٰ قضا کر لے

(۱۸۳)

یہ کہہ رہے تھے جو گھوڑے سے گر پڑا وہ جواں
ہوئے نصیبِ مقدر جو فتح کے ساماں
قریب تھا کہ جو دستِ دلیر ہو نازاں
جری سے جوش بھرے قلب نے کیا یہ بیاں
جو کی بھی پانچ دلیروں سے کی وغا تم نے
ابھی حسین کی نصرت میں کیا کیا تم نے

(۱۸۴)

دل جری نے جب اس طرح کا خیال کیا
نظر حسام تک آئی بل ابروؤں پہ پڑا
رگوں میں جوش وہ خوں کا وہ تیغ کا کھینچنا
سب تھا عودِ جوانی کا شیب میں غصہ
تھا دردِ داغِ پسر گو مگر اخیر نہ تھے
جوانِ چار وہ سالہ تھے شکلِ پیر نہ تھے

(۱۸۵)

نگاہِ غیظ تھی سمتِ سپاہِ عربہ جو
تپش میں تھے جو پسینے سے تر بتر گیسو
سکھا دیئے یہ غضب نے نبرد کے پہلو
قوی جری نے کئے یوں تھکے ہوئے بازو
کبھی لی زین پہ انگڑائی، گاہ شیر چلا
ہوا شباب کی کھاتا ہوا دلیر چلا

(۱۸۶)

ذرا سی چھیڑ میں گھوڑے کی مل گئی جو سپاہ
پئے وفا ہوئے مائل دلیر سے گمراہ
چلی وہ دوش سے تلوار تھی نہ جس کی پناہ
سران فوج پہ ہر صف میں پڑ رہی تھی نگاہ
اُٹھے وہ دستِ قوی تھے جو فتح پائے ہوئے
جری کے وار چلے رن میں آزمائے ہوئے

(۱۸۷)

چلی اکڑتی ہوئی تیغِ صاعقہ کردار
جمالِ رخ سے تلاطمِ پڑا یمین و یسار
تھا حسنِ رخ سے کوئی غش کسی کی یہ تھی یہ پکار
تڑپ رہا ہوں ادھر دیکھ اوبتِ پندار
نہ کافر نہ مسلمان نہ ہندو نہ یہود
بجرتم کہ سر انجامِ من چہ خواہد بود

(۱۸۸)

ادا نے وہ رگِ دل وقت امتحاں کھینچی
وہ عکسِ آئینہ نے شکلِ آسماں کھینچی
وہ اُٹھنے والی جوانی نے دل سے جاں کھینچی
چلا وہ تیر وہ انگڑائی نے کماں کھینچی
اجل سے مل کے تری رسم و راہ نے مارا
وہ آئی قد میں کجی وہ نگاہ نے مارا

(۱۸۹)

اُلٹ رہی تھی ستم سے صفوفِ اہل عراق
وہ فتنہ ساز، طبیعت وہ بانگین کا مذاق
وہ اتحاد سے نفرت، پسندِ دل وہ نفاق
تڑپ تڑپ کے یہ کہتے تھے صاحبانِ فراق
لبوں پہ کھینچ کے دمِ نزع آئیں گی روہیں
نہ ہوں گے ہم تو گلے سے لگائیں گی روہیں

(۱۹۰)

رہے گی آنکھ سے کب تک نہاں یہ حورِ مثال
کہاں کہاں نہ تمنا کرے گی مالا مال
فراق کے بھی گزرجائیں گے جو آئیں گے سال
لحد میں ہجر ہے دنیا و آخرت میں وصال
نثارِ حسن پہ کرنا ہے خوں بھرے دل کو
سنوارنا ہے لہو سے لباسِ قاتل کو

(۱۹۱)

نہ رایگاں کبھی عشاق کا لہو ہوگا
کہاں نہاں ستمِ ایجاد و فتنہ جو ہوگا
کلامِ ہوگا تو محشر میں دو بدو ہوگا
کسی کا ظلمِ شہیدوں کی آرزو ہوگا
ہر اک کی فردِ مکافاتِ حشر میں ہوگی
لحد سے اُٹھ کے ملاقاتِ حشر میں ہوگی

(۱۹۲)

نہیں وہ ہجر جو فریاد بے اثر جائے
ملے گا روز قیامت جو آج مر جائے
نہیں ہے یہ جو جفاک کی اک کے سر جائے
وہ خون ہی نہیں قاتل جسے مکر جائے
حسین کچھ اور ستمگر شباب میں ہوگا
تمام جسم لہو کے حجاب میں ہوگا

(۱۹۳)

کہیں گے حشر میں قاتل سے جستجو کر کے
نظر کی شوخ ترے قلب کو لہو کر کے
کہاں کہاں نہیں پایا ہے آرزو کر کے
کچھ اور کر دیا بیباک گفتگو کر کے
جو چاہیں گے وہ ترے برخلاف کہہ دیں گے
نظر یہ حشر میں کہتی ہے صاف کہہ دیں گے

(۱۹۴)

جمال تیغ سے اک تہلکہ تھا رن میں بپا
کھنچا ہوا تھا وصال و فراق کا نقشہ
حجاب دل میں کبھی تھی کبھی تھی دل سے جدا
گلے سے لپٹا ہوا تھا کوئی کوئی تھا خفا
چھپے نہ ہجر سے وہ تھے جو غیظ آئے ہوئے
جو دور تھا وہ تڑپتا تھا منہ پھرائے ہوئے

(۱۹۵)

حدود ضبط سے نکلے ہوئے تھے جس کے قدم
مفارقت کا زیادہ تھا اس کے قلب پہ غم
نگاہیں لڑ جو گئیں تھیں نبرد میں باہم
دہان زخم کی آواز تھی یہ وقتِ ستم
نہ کر غرور رخ لا جواب کا صدقہ
ہمیں بھی دیکھ لے مڑ کر شباب کا صدقہ

(۱۹۶)

چلی تو آبروئے لشکرِ گراں لے لی
حسین بنی تو ضیائے رخِ بتاں لے لی
وغا میں دل کی خبر وقتِ امتحاں لے لی
کسی کو تو نے اماں دی کسی کی جاں لے لی
لہو میں غرق دل ناصبور رہتا ہے
نظر کا تیر کلیجے سے دور رہتا ہے

(۱۹۷)

غضب میں لڑ جو رہا تھا حسینؑ کا مہماں
گھری ہوئی تھی بلائے قضا میں فوجِ گراں
سپاہیوں کو اماں تھی نہ افسروں کو اماں
تھا سرخ بہتے ہوئے خوں سے دور تک میداں
ہے انقلاب میں بیڑا سپاہِ دشمن کا
خیامِ فوج سے ٹکرا رہا تھا خوں رن کا

(۱۹۸)

ہر ایک ضرب پہ دو ہو رہے تھے جسمِ عدو
تھا قید دامِ غضب میں ہر ایک عربدہ جو
تھے دور غیظِ جری سے جو رحم کے پہلو
حسام کوند رہی تھی برس رہا تھا لہو
شباب جنگ کا تھا دلولے امنگ پہ تھے
لہو بھرے ہوئے کچھ اور ہاتھ رنگ پہ تھے

(۱۹۹)

شکستِ زخمِ بتاتی تھی تیغ کی افتاد
ہر ایک روح پریشاں، مکانِ تن برباد
پڑی ہوئی تھی کشاکش میں فوجِ ابنِ زیاد
عجیب حسن سے غازی تھا رن میں محوِ جہاد
وغا میں یوں تھا جری تیغ و تاپ کھائے ہوئے
قبا سمیٹے ہوئے آستین چڑھائے ہوئے

(۲۰۰)

کجی وہ خود کی سر پر، وہ بانگین، وہ ادا
وہ دامنوں کا کمر میں مقام تیغ کی جا
رواروی وہ فرس کی وہ فوج پر حملہ
بھری ہوئی وہ ہر اک دامنِ قبا میں ہوا
عجیب شان سے قبتے تھے رنگ لائے ہوئے
حبابِ بحرِ دلیری تھے سر اٹھائے ہوئے

(۲۰۱)

ترقی اتنی کلیجوں کے درد میں پہنچی
چھپی ہوئی جو تڑپ تھی وہ گرد میں پہنچی
دلوں کی باس ہر اک روئے زرد میں پہنچی
کشش و غا کی یہاں تک نبرد میں پہنچی
وہ رودخوں تھی جو بہہ بہہ کے شکل سیل گئی
لہو کی طرح سے جنگل میں دھوپ پھیل گئی

(۲۰۲)

سپاہ سوئے قضا بے حواس بڑھنے لگی
کہ جتنے دو ہوئے تن اتنی باس بڑھنے لگی
ترقی سپہ بداساس بڑھنے لگی
سیاہ خوں ہوا زخموں کی پیاس بڑھنے لگی
عروج، مہر کا گردوں کے بام تک پہنچا
فریضہ سحری اختتام تک پہنچا

(۲۰۳)

حسام تیر سے دنیا کا انقلاب بڑھا
جدھر دلیر بڑھا ہو کے کامیاب بڑھا
ہوائے سرد مٹی سوزِ آفتاب بڑھا
تپش سے خاک کے ذروں کا التهاب بڑھا
گلے کٹے تو فضا کی امنگ اور بڑھی
وغا میں گرمی بازارِ جنگ اور بڑھی

(۲۰۴)

ہر ایک ضرب پہ میداں میں حشر تھا برپا
لرز رہی تھی دلوں کی طرح سپاہِ جفا
جلا رہی تھی کلیجوں کو تیغِ صاعقہ زرا
دہانِ زخم سے اُف اُف کی آ رہی تھی صدا
خبر لی فرد کی پہلے جو زوج کو مارا
جری نے گردشیں دے دے کے فوج کو مارا

(۲۰۵)

عجیب شان و دلیری سے وقتِ جنگِ عدو
تھا محوِ حربِ دلیروں سے وہ قوی بازو
لئے تھا حسنِ دمِ جنگِ غیظ کے پہلو
نفس کو دام بنے تھے ہواؤں سے گیسو
ہر اک نے اپنی جگہ ایک نیا اثر ڈالا
نگاہِ غیظ نے لشکرِ تباہ کر ڈالا

(۲۰۶)

نہاں تھے خاک کے پردے میں دور تک میداں
ہوائے روح ہے پُر زور اُجڑ رہے ہیں مکاں
تغیراتِ نفس میں ہے انقلابِ جہاں
کسی کے دل کی تمنا ہو اور کسی کی زباں
سپردِ فوج کریں رنگِ اتفاقی کو
پکار اٹھیں دہنِ زخم، آج ساقی کو

(۲۰۷)

سپہ دبائے ہوئے تیغِ انتقام چلے
حجابِ گرد میں چھپ چھپ کے فوجِ شام چلے
دلیر فوج کے پیچھے باہتمام چلے
لہو کے دور میں کشتی کی طرح جام چلے
جہازِ ہوش میں لنگر پڑے ہوں ساغر کے
کہ ہو چلے ہیں سفینے تباہ لشکر کے

(۲۰۸)

سمجھ لیں مستِ ولا اب سے مئے فروش مجھے
نثار کرنا ہے اس بے خودی پہ ہوش مجھے
سنائی دیتی ہے آواز نا و نوش مجھے
ہے تیرے عشق کا تیرہ رجب سے جوش مجھے

ہر اک کو ساغرِ وحدت پلا دیا تو نے
بتوں کو کعبہ میں سجدہ کرا دیا تو نے

(۲۰۹)

پسند کب کسی ساقی کا ہے شباب مجھے
ہے بادہ نوشی دنیا سے اجتناب مجھے
لے آیا کھینچ کے ظلمت سے آفتاب مجھے
وہ ڈھونڈھتا ہوں جو ظاہر کرے شراب مجھے
مرے شرف کی نہ ممکن ہو خود نظیر مجھے
وہ مئے پیوں گا جو دے ساقیِ غدیر مجھے

(۲۱۰)

تھا کون تیرے سوا دل کا رازداں ساقی
کہاں یہ رندِ گنہگار اور کہاں ساقی
کھلا اب آج ترا لطفِ بے کراں ساقی
مجھے سنبھال لیا وقت امتحان ساقی
پڑا ہوا کسی گوشہ میں تھا خذف کی طرح
مئے غدیر نے ڈھونڈھا دُرِ نجف کی طرح

(۲۱۱)

یہ مئے وہ ہے جو زمین اور آسمان میں چلی
یہ مئے وہ ہے کہ جو بزمِ فرشتگان میں چلی
یہ مئے وہ ہے کہ جو حوروں کے درمیاں میں چلی
یہ مئے وہ ہے بد قدرت سے لامکاں میں چلی
ارے کہاں سے کہاں پر گیا اثر اس کا
ہوا ہے بارگہِ قدس تک گذر اس کا

(۲۱۲)

اُسی شراب کی کرتا ہوں التجا ساقی
چلی ہے جو صفتِ لطفِ کبریا ساقی
جسے زمیں نے کیا عرش سے جدا ساقی
بسانِ وحی جو مئے آئی ہے وہ لا ساقی

وہ مئے ازل سے جو ہے رفعتیں دکھائے ہوئے
وہ مئے جسے پر جبریل ہیں چھپائے ہوئے

(۲۱۳)

یہ جام یوں شبہِ گردوں صریر تک آیا
ملک سے دستِ رسولِ کبیر تک آیا
لباسِ مئے میں جنابِ امیر تک آیا
جنابِ قدس سے بزمِ غدیر تک آیا
یہ نور چشمِ یگانہ نہ چشمِ غیر میں تھا
وہ آفتاب جو ہفت آسمان کی سیر میں تھا

(۲۱۴)

زمیں پہ آ کے بھی باقی ہے اختیار وہی
جو تھا فلک پہ رہا خاک پر وقار وہی
نگاہِ مست وہی، قلبِ ہوشیار وہی
جمال و رنگ وہی بو وہی خمار وہی
مٹا نہ اوج جو زوجِ بتوں تک آئی
اُتر کے عرشِ خدا سے رسول تک آئی

(۲۱۵)

علیٰ پہ تھا نہ کوئی مہرباں خدا کی طرح
ہے کس شراب کو رفعتِ مئے ولا کی طرح
زمیں پہ اوج ملا پائے مرتضیٰ کی طرح
یہ مئے بلند رہی دوشِ مصطفیٰ کی طرح
وہ مئے کہ فوق جسے اوجِ سلسبیل پہ تھے
وہ جام جس کے قدم دستِ جبریل پہ تھے

(۲۱۶)

یہ مئے ہے حبِ علیؑ کی نہ پوچھ حالِ اس کا
رسولؐ رند ہیں، ساقی ہے ذوالجلالِ اس کا
نہ کچنیو سرِ بازارِ احتمالِ اس کا
چھپا ہوا دلِ مومن میں ہے جمالِ اس کا
مکانِ پاکِ جنابِ رسولؐ تک آئی
وہ پردہ دار جو بزمِ بتولؑ تک آئی

(۲۱۷)

وہ مئے، ہیں جس میں عیاں ارض و آسمان دودو
وہ مئے کہ جس میں اُتر آئے ہیں جہاں دودو
دکھائی دیتے ہیں بحرین کے سماں دو دو
وہ مئے ہیں جس میں اثر رنگ کے عیاں دودو
جناں جو مئے سے چھٹے حسن کے اُتارے ہوئے
چلی لباسِ حسینؑ و حسنؑ سنوارے ہوئے

(۲۱۸)

چمک میں جام کی دیکھوں اگر تو برق کہوں
طلوعِ مہر جو ہو غرب سے تو شرق کہوں
جہازِ ڈوب کے اُبھرے تو حالِ غرق کہوں
مئے غدیر و مئے کربلا کا فرق کہوں
مالِ جوش و لا حسرتِ فضا میں بڑھا
جو ابتدا کا اثر تھا وہ انتہا میں بڑھا

(۲۱۹)

تھا جوش دیں سے نہ خالی جو پھول کا ساغر
عدو تھا محفلِ اہلِ جہول کا ساغر
جو تھا غدیر میں دستِ رسولؐ کا ساغر
وہ ہو گیا دل و جانِ بتولؑ کا ساغر
ہوں، جہادِ شہِ مشرقین سے نکلی
نبیؐ کے دل کی تمنا حسینؑ سے نکلی

(۲۲۰)

کبھی تھا دل میں مرے دردِ لا دوا ساقی
مخالفت کی مرے سر میں تھی ہوا ساقی
غرض جناں سے عدو کو ہے تیرے کیا ساقی
تھا میکشوں سے طریقہ مرا جدا ساقی
ہوئے دورِ خزاں موسمِ بہار میں تھی
اُسی سے دور تھا، مئے جس کے اختیار میں تھی

(۲۲۱)

ترے کرم سے ہر اک کامیاب ہے ساقی
جو ذرہ ہے، صفتِ آفتاب ہے ساقی
حلالِ میہ سے کسے اجتناب ہے ساقی
نیا یہ میرے لئے انقلاب ہے ساقی
جو میہ ہے خلد میں کیتا، وہ بے حجاب پٹوں
عجیب بات ہے توبہ کروں شراب پٹوں

(۲۲۲)

نکل کے اشک، دلِ زار کی خبر دے گا
مرا تڑپنا دمِ بجر مئے اثر دے گا
شرابِ خود مجھے ساقی پکار کر دے گا
جدھر نگاہ پڑے گی وہ جام بھر دے گا
جو مجھ سے بزم میں ہٹ کر چلے وہ دور نہیں
میں اک غریب کا مہماں ہوں، کوئی اور نہیں

(۲۲۳)

کیا بھی یا نہیں ساقی مرے مال پہ غور
ہے میکشی کا نرالا ہر ایک رند سے طور
نہیں علاجِ مرضِ مجھ سے رند کا کوئی اور
بسانِ جام اگر زندگی کا ختم ہو دور
سکوں پھری ہوئی پتلی کے اضطراب کو دیں
حسینؑ منہ میں دوا کی طرح شراب کو دیں

(۲۲۴)

جہاں میں موت اگر آئے خواب کے بدلے
تسلیم ہوں مجھے اضطراب کے بدلے
شراب نزع میں رنگ انقلاب کے بدلے
حسینؑ مئے کو پلائیں جو آب کے بدلے
وہ ہوش ہی نہیں گر بخودی قریب نہ ہو
وہ خواب مرگ جو سلماں کو بھی نصیب نہ ہو

(۲۲۵)

سمجھ تو لے مری توبہ کا مدعا ساقی
ہے اس قدر مرے پینے کی انتہا ساقی
دکھاؤں پی کے تجھے نشہ کی ادا ساقی
اگر مروں تو کرے ناز خود قضا ساقی
(یہ) کیف اُکھڑے ہوئے دم کے آج ساتھ میں ہو
ہو سر حسینؑ کے زانو پہ جام ہاتھ میں ہو

(۲۲۶)

میں دم جو توڑوں گا ہنگام مدعا ساقی
ملے گا زانوئے سلطانِ کربلا ساقی
سناؤں تجھ کو ابوذرؓ کا واقعہ ساقی
نہ پایا نزع میں زانو رسولؐ کا ساقی
نثار جس پہ تھے نزدیک وہ حبیبؑ نہ تھا
سوائے خاک کے تکیہ کوئی نصیب نہ تھا

(۲۲۷)

برے وہ بخت ہیں جن سے کہ انفعال ملیں
شہید ہوں تو مجھے لطف ذوالجلال ملیں
کر اُن پہ رحم تو ساقی جو غیر حال ملیں
میں سبز جام نہ لوں گا ملیں تو لال ملیں
یہ حرؓ، غلام، شہنشاہِ مشرقین کا ہے
وہی ہے سرخ مرا رنگ جو حسینؑ کا ہے

(۲۲۸)

اُٹھا جناں سے نظر سوئے کربلا ساقی
ترے پسر کے لئے آج ہے وغا ساقی
سپہ میں گھر گئے ہیں سبطِ مصطفیٰ ساقی
نبرد کی شہ دین تک ہے انتہا ساقی
چھری پھرائیں گے جب اہلِ جور اے ساقی
وہ تیری بزم کا آخر ہے دور اے ساقی

(۲۲۹)

(مال) اہل جفا کچھ نہ لاؤں گا ساقی
وہاں لڑوں گا جہاں بھیڑ پاؤں گا ساقی
جو تو نے دی ہے وہ قوت دکھاؤں گا ساقی
عدو کا مئے کی طرح خوں بہاؤں گا ساقی
ہر ایک پھر گیا بیکس کو آسرا دے کے
مروں گا فوج کو اچھی طرح سزا دے کے

(۲۳۰)

یہ کہتے جاتے تھے حرؓ اور محوِ جنگ بھی تھے
وغا کے جوش میں ضیغ بھی تھے نہنگ بھی تھے
فرس کی طرح سے دورن میں زین و تنگ بھی تھے
ہر ایک ضرب میں دستِ جری کے رنگ بھی تھے
عدو کا اڑ کے لہو آستین تک آیا
جو سر پر وار پڑا وہ زمیں تک آیا

(۲۳۱)

غضب بھرے ہوئے حملے میانِ دشتِ وغا
کئے ہوئے تھے قیامتِ نبرد میں برپا
تڑپ رہی تھیں جو روحیں تو منتشر تھی فضا
زمیں دکھائی نہ دیتی تھی میتوں کے سوا
جھانک رن میں نہ ہنگام امتحاں اُٹھیں
لہو میں ڈوبی ہوئی سرخ آندھیاں اُٹھیں

(۲۳۲)

لرز رہی تھی ہر اک وار پر زمینِ نبرد
چھپے ہوئے تھے دمِ جنگ، خون میں رخِ زرد
ہوائے موت نے بازارِ زیست کو کیا سرد
گرائے دیتی تھی گھوڑوں کو دب کے پاؤں میں گرد
چلے سمند، ہلے زین، رسالہ دار گرے
ذرا غبار کو جنبش ہوئی، سوار گرے

(۲۳۳)

تڑپ تڑپ کے جو گرتی تھی تیغِ صاعقہ دم
رکھے تھے پاؤں پہ سر اور کبھی سروں پہ قدم
جدا جدا تھے وہ اعضا جو زیست میں تھے بہم
نفس کو ڈھونڈ رہے تھے مسافرانِ عدم
تغیراتِ جہاں سے نگاہ موڑ گئے
قضا کو لے کے چلے، زندگی کو چھوڑ گئے

(۲۳۴)

دلیر محوِ وغا تھا جو غیظ میں ہر سو
بدل رہا تھا جہاں انقلاب کے پہلو
حسام تیز سے فوارے بن گئے تھے گلو
ہوا کی چادرِ خاکی کو دھو رہا تھا لہو
بتا رہے تھے نفس انتشار کے پہلو
بھرے ہوئے تھے لہو سے غبار کے پہلو

(۲۳۵)

سراں فوج کہیں، فوجِ نابکار کہیں
کہیں گلے تھے، کہیں سر، لہو کی دھار کہیں
تھے انتشار میں ذرے کہیں، غبار کہیں
فنا کے بعد پیادہ کہیں، سوار کہیں
فراقِ روح و جسد رن میں کہہ چلے کشتے
زیمیں پہ خون کے ریلے میں بہہ چلے کشتے

(۲۳۶)

نبرد کی وہ کشاکش وہ انتشار میں فوج
وہ تن سے دم کا ٹکنا وہ احتضار میں فوج
کبھی غبار سے باہر کبھی غبار میں فوج
وہ با حواس لڑائی وہ اختیار میں فوج
جری کا ہاتھ دمِ جنگ بر محل آیا
جدا سر اس کا کیا صف سے جو نکل آیا

(۲۳۷)

بڑے بڑوں کا نہ چلتا تھا کوئی موت سے بس
جدا کئے ہوئے ہر عضو تھی وغا کی ہوس
کچل رہے تھے دمِ جنگ میتوں کو فرس
نگاہ پر نہ بھروسا نہ اعتبارِ نفس
وغا میں کون وہ حالت تھی جو کہ غیر نہ تھی
سپاہیوں کی طرح افسروں کی خیر نہ تھی

(۲۳۸)

وغا میں کم نہ ہوئے ولولے غضنفر کے
حسام جس پہ اٹھائی وہ گر پڑا مر کے
ہر ایک وار پہ ٹکڑے اُڑائے لشکر کے
سپہ کا خون بہایا محاصرہ کر کے
صراطِ تیغ پہ خونِ گلو کو چڑھنے دیا
نہ پیچھے ہٹنے دیا اور نہ آگے بڑھنے دیا

(۲۳۹)

وغا میں حرّ سے یہ کہتی تھی قلب کی تاکید
کرو سپاہ پہ حملے دمِ نبرد شدید
پھرے ہیں آلِ پیسر سے بیروانِ یزید
خدا کی راہ میں ہوں گے امامِ عصر شہید
وہ کیا کروں جو نہ جاں دے بتول کا بیٹا
گھرا ہوا ہے بلا میں رسول کا بیٹا

(۲۴۰)

یہ دھیان جنگ میں گو ہوش کھوتے جاتے ہیں
وغا میں قہر کے حملے ہی ہوتے جاتے ہیں
عدو کے خون سے ہاتھوں کو دھوتے جاتے ہیں
امام عصر کی الفت میں روتے جاتے ہیں
تپاں ہوئے تو شہِ مشرقین کو دیکھا
کبھی لڑے کبھی مڑ کر حسینؑ کو دیکھا

(۲۴۱)

سپہ میں حرّ نے تلاطم جو کر دیا برپا
یہ افسروں سے بن سعد بے حیا نے کہا
نہ لڑ سکے گا کوئی حرّ سے یوں میانِ وغا
جری پہ دشت میں برسائیں تیر اہلِ جفا
یہ حکم پاتے ہی اعدا برائے جنگ چلے
ہزاروں رن میں کمائیں کھنچیں خدنگ چلے

(۲۴۲)

چلے سپہ سے جو بے انتہا دلیر پہ تیر
یہ کارگر پسر سعد کی ہوئی تدبیر
جری سے جنگ میں برگشتہ ہو گئی تقدیر
ہوئی قضا کے نہ آنے میں پھر کوئی تاخیر
جو رن میں جوش تھا وہ ختم صفدری کا ہوا
خدنگِ ظلم سے غربال، تن جری کا ہوا

(۲۴۳)

اسد کو رنجِ فریب سپاہِ شر پہنچا
اجل کا ساتھ خدنگوں کے نامہ بر پہنچا
دلیر جنگ میں زخمی ہوا ضرر پہنچا
کئی خدنگ وہ تھے جن کا یہ اثر پہنچا
ملالِ ضعف، وغا میں دلیر سہنے لگا
کہ دل کا خون کلیجے کے ساتھ بہنے لگا

(۲۴۴)

گھٹی جو قلب کی ہمت رہا نہ جوشِ وغا
یہ حال دیکھ کے نزدیک آ گئے اعدا
کسی شیر نے وقتِ نبرد کی یہ جفا
فرس پہ جھوم رہے تھے کہ پیے ہوا گھوڑا
شغال فوج میں خوش ہو گئے جو شیر گرا
زمین پہ دل کو سنبھالے ہوئے دلیر گرا

(۲۴۵)

ادھر گرے حرّ غازی جو خاک کے اوپر
سپاہِ شہ میں ہر اک کی لڑی ہوئی تھی نظر
یہ حال دیکھ کے چھٹا ہر ایک نیک سیر
لے آئے حرّ کو قریب امام جن و بشر
نہ تھی جہاں کی کوئی قلب میں ہوس باقی
تھا بہر دیدِ شہنشاہِ دیں، نفس باقی

(۲۴۶)

امام عصرؑ کا مہماں جب اس طرح آیا
بڑھے گلے سے لگانے کو سپہِ والا
قریب در کے جب آیا ہزبر دشتِ وغا
زمین پہ بیٹھ کے زانو پہ شہ نے سر رکھا
امام عصرؑ غمِ سینہ چاک کرنے لگے
لہو کو چہرہ غازی سے پاک کرنے لگے

(۲۴۷)

یہ کہتے جاتے تھے خوں پوچھ پوچھ کر شبیرؑ
خدا نے اب تو عطا کی بہشت کی جاگیر
بتائی یوں تجھے اعمالِ نیک نے تدبیر
شہید بھی کریں غبطہ وہ پائی ہے تقدیر
جہاں کی فکر نہ رکھی خیال دیں رکھا
کہ ماں نے نام ترا حرّ غلط نہیں رکھا

(۲۴۸)

دمِ نبرد سہم جتنے دل پہ ظلم و ستم
زیادہ ہوتا گیا اتنا حق کا لطف و کرم
ملیں گے کوثر و تسنیم و حور و باغ ارم
تو حرّ بہشت و جہاں میں ہوا خدا کی قسم

نہ مٹنے پائے گا تا حشر یہ الم تیرا
کریں گے سب مرے ماتم کے ساتھ غم تیرا

(۲۴۹)

سنا یہ جس نے وہ مانند چشم تر رویا
تڑپ اٹھا دل بیتاب اگر جگر رویا
بیان دردِ شہِ دیں پہ خود اثر رویا
حرّ دلیر یہ سن سن کے اس قدر رویا

بیاں وہ کر نہ سکے دل نے جو ملال کیا
کہ روتے روتے بہادر نے انتقال کیا

(۲۵۰)

غلامِ حرّ نے جب اس طرح لطف شہِ دیکھا
امامِ عصر کے زانو پہ ہے سرِ آقا
چلا یہ کہتا ہوا، روح اس کرم پہ فدا
نہ رک سکا سپہِ شر نے گو بہت روکا

سنجھاتا ہوا لے آیا قلبِ مضطر کو
تڑپ کے پائے شہِ دیں پہ رکھ دیا سر کو

(۲۵۱)

کلامِ دستِ ادب جوڑ کر یہ اس نے کیا
مجھے محبتِ مولا نے اس طرف کھینچا
امام ہو تو خدا کی طرف سے ہو ایسا
مجھے بھی لائی ہے امید تا ہو عفوِ خطا

تپاں گناہ سے قلبِ ملول ہے مولا
کرے غلام جو توبہ، قبول ہے مولا؟

(۲۵۲)

خطا حسینؑ نے بخشی ہوئے گناہ معاف
رضا ملی تو چلا بہرِ جنگ اہلِ خلاف
چلی حسام بھرا میتوں سے دشتِ مصاف
انہیں کو قتل کیا تھے جو محوِ لاف و گزاف

وہ جنگ کی کہ زمانہ دمِ وفا بدلا
لیا غلام نے آقا کے خون کا بدلا

(۲۵۳)

ہر ایک ضرب پہ ہوتا تھا تہلکہ برپا
سپاہیوں کو دمِ جنگ آ رہی تھی قضا
قریب تھا کہ فراری ہوں رن سے اہلِ جفا
شہید ہو کے فرس سے زمیں پہ خود ہی گرا

کچھ اتنے زخم پڑے جس سے حال غیر ہوا
نثار، شہ پہ ہوا خاتمہ بخیر ہوا

(۲۵۴)

جب اس طرح سے گرا وقتِ جنگِ حرّ کا غلام
اٹھا کے دشتِ ستم سے لے آئے لاشِ امام
سوئے بہشت گیا رن سے جب وہ نیک انجام
پا حسینؑ کے احباب میں ہوا کھرام

مفارقت پہ شہِ مشرقینؑ رونے لگے
غلامِ حرّ کے لئے خود حسینؑ رونے لگے

(۲۵۵)

ہر اک کے ہجر میں روئے امامِ عرشِ جناب
کہ بے قرار رہا دیر تک دلِ بیتاب
بھرے تھی اشکِ مصیبت ہر ایک چشمِ پر آب
ملال دے گئے رن میں حسینؑ کے احباب

عزیز رکھتے تھے اس طرح نیم جانوں کو
حرم بھی روئے شہِ دیں کے میہمانوں کو

☐

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۰ کا۔۔۔۔۔)

ان کو قیس بن عبد اللہ صائدی ان کے چچا زاد بھائی نے جو ان کا دشمن تھا قتل کیا اور یہ حر کے قتل کے بعد کا واقعہ ہے۔“
یہ طبری کے گذشتہ فقرہ سے ماخوذ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں ابو ثمامہ صائدی مقتول ہیں اور ان کا چچا زاد بھائی قاتل اور طبری کی عبارت اصل میں یوں ہونا چاہئے کہ: قتل ابائمامة الصائدی ابن عم له۔۔ الخ
اس کی تائید یوں ہوتی ہے کہ پھر اس کے بعد کہیں ابو ثمامہ کا ذکر نہیں ملتا لیکن اس صورت میں یہ درست نہیں ہے کہ ابو ثمامہ نماز ظہر میں شریک ہوئے اور نماز کے بعد قتل ہوئے بلکہ تاریخ صراحت کر رہی ہے کہ یہ نماز ظہر کے قتل کا واقعہ ہے اور نماز اس کے بعد ہوئی ہے۔

نگریننگ اینڈ ہائڈنگ سینٹر حسین آباد، لکھنؤ

یمن میں لاکھوں جانوں کے تلف ہو جانے کا خدشہ: اقوام متحدہ

اہل بیت نیوز ایجنسی۔ اپنا کے مطابق اقوام متحدہ کے شعبہ انسانی امداد کے سربراہ مارک لوکاک نے یمن کی صورتحال کے بارے میں خبردار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر سعودی عرب نے فضائی، سمندری اور زمینی راستے سے یمن تک رسائی نہ دی تو دنیا کو حالیہ عشرے کے سب سے بڑے انسانی المیے کا سامنا کرنا پڑے گا اور لاکھوں لوگ موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔

دوسری جانب امریکہ کے سابق نائب وزیر خارجہ نکولس برنز نے بھی یمن میں انسانی صورتحال کو انتہائی وحشتناک قرار دیتے ہوئے کہا ہے امریکہ فوری طور پر سعودی عرب کی حمایت بند کر دے۔

نکولس برنز نے بھی سعودی عرب کی جانب سے یمن کے فضائی، زمینی اور سمندری محاصرے کے نتیجے میں پیدا ہونے والی انسانی صورتحال کے بارے میں سخت خبردار کیا ہے۔

یمن کی صورتحال کے بارے میں شدید انتباہات کے باوجود امریکی ایوان نمائندگان نے پیر کے روز ایک بل کی منظوری دی ہے جس کے تحت یمن کے مظلوم عوام پر وحشیانہ بمباری کرنے والے سعودی عرب کے جنگی طیاروں کو ایندھن کی فراہمی کی اجازت دی گئی ہے۔

دوسری جانب اطلاعات ہیں کہ یمن پر جارحیت کرنے والا سعودی اتحاد محاصرہ ختم کرنے کے اعلان کے باوجود ایندھن اور غذائی اشیاء کی اجازت نہیں دے رہا ہے اور اب تک ایسے سات بحری جہازوں کو یمن کی بندرگاہ حدیدہ کی جانب آنے سے روک چکا ہے۔ یمن میں انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والوں کا بھی کہنا ہے کہ انسانی المیے کو روکنے کے لیے حدیدہ کی بندرگاہ اور صنعا کے ہوائی اڈے کو بھی کھولا جانا ضروری ہے۔

اس سے پہلے ہیومن رائٹس واچ نے منگل کے روز جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ سعودی عرب کے اس دعوے میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ وہ یمن کا محاصرہ نرم کر رہا ہے۔

ہیومن رائٹس واچ نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ یمن کے لیے انسانی امداد کی فراہمی میں رکاوٹ ڈالنے والے ملکوں کے خلاف پابندیاں عائد کرے۔

قابل ذکر ہے کہ سعودی عرب نے امریکہ اور بعض عرب ممالک کی حمایت سے، یمن کو تین سال سے جارحیت کا نشانہ بنا رکھا ہے اور اس کی زمینی، فضائی اور سمندری سرحدوں کو بند کر دیا ہے۔

مارچ دو ہزار پندرہ سے جاری اس وحشیانہ جارحیت کے نتیجے میں ہزاروں یمنی شہری شہید اور زخمی ہو چکے ہیں جبکہ مغربی ایشیا کے اس غریب اسلامی ملک کی بنیادی تنصیبات کو تباہ کر دیا گیا ہے۔

جنگ اور محاصرے کی وجہ سے یمنی عوام کو غذائی اشیاء اور دواؤں کی شدید قلت کا سامنا ہے جبکہ بیضے سمیت متعدد بیماریوں نے بھی انہیں گھیر رکھا ہے۔

لکھنؤ میں عقیدت و احترام سے منایا گیا ربیعینِ حسینی

چہلم ہوا تمام چہلم ہوا تمام

۱۰ نومبر جمعہ کو ربیعینِ حسینی کے موقع پر وکٹوریہ اسٹریٹ واقع امام باڑہ ناظم صاحب سے جلوس برآمد ہوا۔ نخاس، ٹوریا گنج، بازار خالہ، حیدر گنج، ایوریڈی چوراہا ہوتے ہوئے کر بلاتا لکھنؤ پہنچا جہاں الوداعی مجلس کے بعد جلوس اختتام پذیر ہوا۔ امام باڑہ ناظم صاحب میں جلوس سے قبل مجلس کو قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی امام جمعہ لکھنؤ نے خطاب کیا۔

مجلس کو خطاب کرتے ہوئے قائد ملت نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اہل حرم کو قید کر کے کوفہ اور شام لے جانے اور قید خانہ کا منظر بیان کیا، مولانا نے اہل حرم کی رہائی کے بعد کر بلاتا پہنچنے کا منظر بیان کیا تو عقیدت مند خود پر قابو نہ رکھ سکے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ مجلس کے بعد امام باڑہ سے ماتمی انجمنیں اپنے علم کے ساتھ نوحہ خوانی اور سید زنی کرتی ہوئی نکلیں۔

ماتمی انجمنوں کے صاحب بیاز چہلم پر مشتمل قدیم نوے پڑھ رہے تھے جنہیں سن کر عقیدت مندوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ امام باڑہ سے سب سے پہلے انجمن عباسیہ اپنے علم کے ساتھ نوحہ خوانی و سید زنی کرتی ہوئی نکلی جس کے بعد انجمنوں کے اپنے علم کے ساتھ نکلنے کا سلسلہ شام تک جاری رہا اور جلوس میں سب سے پیچھے انجمن رونق دین اسلام، جناب عون محمد، جناب علی اکبر، جناب علی اصغر اور حضرت امام حسینؑ کے شبیہ تابوت اور عماریاں، امام حسینؑ کی سواری کی نشانی ذوالجناح اور حضرت عباسؑ کی نشانی علم کے ساتھ نوحہ خوانی و سید زنی کرتی ہوئی شامل ہوئیں۔ شام تک ماتمی انجمنوں کے کر بلاتا لکھنؤ پہنچنے کا سلسلہ جاری رہا۔

کر بلاتا لکھنؤ میں الوداعی مجلس کے بعد جلوس اختتام پذیر ہوا۔ جلوس میں عراق کی طرز پر کئی نوجوان حسینی پرچم لہرا رہے تھے۔ رنگ برنگے پرچموں پر لیک یا حسینؑ، یا حسینؑ، یا عباسؑ لکھا ہوا تھا۔ کر بلاتا لکھنؤ میں محمود آباد کی انجمن حیدری کی جانب سے قافلہ بنی اسد کا منظر پیش کیا گیا۔ قافلہ بنی اسد کے منظر میں شامل تبرکات کی زیارت کر کے عقیدت مندوں نے دعائیں مانگیں۔

مجلس کے بعد بنی ہاشم کے ۱۸ شبیہ تابوت، علم اور ذوالجناح کی زیارت کرائی گئی۔ جلوس کے دوران بڑی تعداد میں رضا کاروں نے جلوس میں صاف صفائی کی ذمہ داری سنبھالی۔ جلوس میں شامل رضا کاروں نے کلین جلوس مہم چلائی۔ مہم سے وابستہ رضا کار اپنے ہاتھوں میں پالی بیگ لئے ہوئے تھے جس میں چائے، کافی کے کپ اور تبرک کے خالی ڈبے وغیرہ رکھ رہے تھے۔ مسلم یوتھ تنظیم کے ڈیڑھ سو سے زیادہ رضا کاروں نے جلوس کے راستہ میں سبیلوں پر ڈسٹ بن رکھ کر لوگوں سے چائے کافی اور کوڑے کوڈسٹ بن میں ڈالنے کی اپیل کی۔ فلورسینٹ جیکٹ، ہاتھوں میں دستانے پہنے رضا کار بڑے بڑے پالی بیگ میں سڑک پر پڑے کوڑے کو جمع کر کے لوگوں سے جلوس کو صاف رکھنے کی اپیل کر رہے تھے۔ جلوس میں اعظم علی، عامر، رضا علی وغیرہ نوجوان لوگوں کو صفائی کے سلسلہ میں بیدار کر رہے تھے۔ جلوس کے راستہ میں سڑک کے دونوں جانب سبیلوں کا بندوبست کیا گیا تھا۔ سبیلوں سے عزاداروں کو چائے، پانی، کافی اور تبرک تقسیم کیا جا رہا تھا۔ ان سبیلوں سے بریانی، دال روٹی، دال چاول اور پھل بھی تقسیم کئے گئے۔ کر بلاتا لکھنؤ میں بھی سبیلوں کا بندوبست کیا گیا تھا جہاں سے چہلم کے جلوس میں شامل ہونے کیلئے ریاست کے مختلف اضلاع سے آنے والے عزاداروں کو تبرک تقسیم کیا کر بلا کے شہیدوں کے چہلم پر حسینی بلڈ ڈونر کلب کی جانب سے وکٹوریہ اسٹریٹ واقع اودھ پبلک اسکول میں خون عطیہ کیپ کا انعقاد کیا گیا۔ کلب کے ریاض حسین نے بتایا کہ کیپ میں پانچ درجن سے زیادہ لوگوں نے رجسٹریشن کرایا۔